ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

29 جون تا 5 جولائی 2006ء

www.tanzeem.org

اس شمارے میں

انرجی وار

ایمان کی پُرزور دعوت
سورۃ التغابن کی آیات 8 تا 11 کی روشنی میں

زاویۂ فکر

بے مقصدیت پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ ہے!
امیر تنظیم اسلامی سے انٹرویو

ملک دشمن سرگرمیاں

ثارب اور حارم کی بازیافت

کیا عورت مظلوم ہے؟

...لہ وزیر تعلیم کی تعلیم و تربیت کا!

دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

تفہیم المسائل

امریکہ اور آزادیٔ نسواں

امریکی سماج جسے اپنی ترقی اور آزادی پر ناز ہے اور جو دنیا بھر میں انسانی حقوق کا ڈھنڈورا پیٹتا ہے‘ اس کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ یہاں خواتین نے اپنے حقوق حاصل کر لیے ہیں۔ آزادیٔ نسواں کا نعرہ یہاں اس زور و شور سے لگایا جاتا ہے‘ جیسے مرد و زن کے مابین سماجی انصاف امریکہ میں ایک جنگ بن چکا ہو۔ حقیقت میں صورتحال ایسی نہیں ہے۔ یہاں 75 فیصد شادیاں بہت جلد طلاق یا علیحدگی پر ختم ہو رہی ہیں۔ مردوں کو چونکہ قدرت نے جسمانی قوت زیادہ دی ہے‘ لہٰذا وہ باہمی اختلافات میں خواتین کو ہمیشہ سے زیادہ زدوکوب کر رہے ہیں۔ تازہ اعداد و شمار کے مطابق جتنی امریکی عورتیں حادثات میں زخمی ہو رہی ہیں اور پُرتشدد جرائم کا شکار ہو رہی ہیں‘ ان سے کہیں زیادہ تعداد ان خواتین کی ہے جنہیں ان کے شوہر یا بوائے فرینڈ زمار مار کر زخمی کر رہے ہیں۔ اس گھریلو تشدد میں خواتین پر جو ضربیں دیکھی جاتی ہیں‘ ان میں صرف نیل پڑنا‘ جلد کٹ جانا وغیرہ نہیں بلکہ بہت شدید قسم کی ضربیں مثلاً فریکچر‘ بینائی جاتے رہنا‘ دماغی صدمہ‘ یہاں تک کہ موت بھی رپورٹ کی جا رہی ہے۔

حیرت ہے کہ دنیا میں آج تک یہ خام خیالی زندہ ہے کہ جب کوئی معاشرہ ترقی کر لیتا ہے تو اس میں خواتین مساوات کا نعرہ لگا بیٹھتی ہیں۔ مرد و عورت کی مساوات کا موازنہ ہی اصولاً غلط ہے‘ کیونکہ دونوں کی صلاحیتیں اور استعداد‘ مزاج اور نفسیات مختلف ہوتے ہیں۔ دونوں فریقوں کو دراصل اپنی زندگی کے دائرہ کار میں اپنی صلاحیتوں کو نکھارنے کا موقع ملنا چاہیے۔ مغربی معاشرہ مساوات کے نام پر دھوکہ کھا جاتا ہے اور بے چاری خاتونِ مغرب آزادیٔ نسواں کا نعرہ لگا کر بھی استحصال کا شکار ہوتی رہتی ہے۔

"بے چاری بنت حوا"
فریدہ شبیر

الھدیٰ (236)

سورۃ النساء

ڈاکٹر اسرار احمد

(آیات 144 تا 146)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۴۴﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿۱۴۵﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۴۶﴾ ﴾

''اے اہل ایمان! مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بناؤ۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ کا صریح الزام لو؟ کچھ شک نہیں کہ منافق لوگ دوزخ کے سب سے نیچے کے درجے میں ہوں گے' اور تم اُن کا کسی کو مددگار نہ پاؤ گے۔ ہاں جنہوں نے توبہ کی اور اپنی حالت کو درست کیا اور اللہ (کی رسّی) کو مضبوط پکڑا اور خاص اللہ کے فرمانبردار ہو گئے تو ایسے لوگ مومنوں کے زُمرے میں ہوں گے۔ اور اللہ عنقریب مومنوں کو بڑا ثواب دے گا۔''

یہ مضمون پہلے بھی آ چکا ہے کہ نفاق کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کے ساتھ دوستیوں کی پینگیں بڑھائی جائیں۔ اسی لیے یہاں اس سے منع کیا گیا ہے۔ اے اہل ایمان! مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنے حمایتی' مددگار' دوست اور رازدار نہ بناؤ۔ کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارا یہ طرزِ عمل تمہارے خلاف اللہ کے ہاں ایک حجت بن جائے۔ یعنی جب آخرت میں اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ تمہاری دوستیاں تو کافروں کے ساتھ تھیں تو اس کا کیا جواب دو گے۔ یہ کردار تو تمہارے خلاف برہانِ قاطع بن جائے گا۔

آگے جو آیت آئی ہے وہ ایک اعتبار سے منافقین کے بارے میں سخت ترین آیت ہے کہ یقیناً منافق آگ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے اور تم اُن کے لیے ہرگز کوئی مددگار نہ پاؤ گے' سوائے اُن کے جو توبہ کریں اور اپنی اصلاح کر لیں اور یکسو ہو کر اللہ سے چمٹ جائیں' اور اپنی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر لیں۔ ایسا نہ ہو کہ زندگی کے کچھ حصے میں تو اللہ کی اطاعت ہو رہی ہو' اور کچھ حصے میں شیطان کی پیروی کی جا رہی ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی راہ میں رسم و رواج کی مجبوریاں یا برادری کے اعذار بدستور باقی رہیں گے' تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی کامل اطاعت نہیں ہو رہی ہے' بلکہ رسم و رواج اور برادری کی پیروی کی جا رہی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ کامل خلوص نہ ہوا' جو فی الواقع مطلوب ہے۔ سورۃ الانفال میں فرمایا گیا کہ: ''قتال کرو ان کے ساتھ یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین کل کا کل اللہ کے لیے ہو جائے' یعنی خالص ہو جائے۔'' اس کی دو سطحیں ہیں۔ اجتماعی سطح پر یہ لازم ہے کہ اسلامی ریاست قائم ہو جائے اور اسلام کا نظام نافذ ہو جائے۔ اور انفرادی سطح پر تو ہر شخص کے لیے ضروری ہے کہ اپنی اطاعت اللہ کے لیے خالص کر دے' یعنی اپنے اوپر دین نافذ کرے اور اپنے اہل و عیال کو شرعی پابندیوں کا خوگر بنائے۔

منافقین کے لیے توبہ کا دروازہ ابھی کھلا ہے۔ اگر یہ نفاق سے تائب ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پورے خلوص کے ساتھ سرِ تسلیم خم کر دیں تو پھر اہل ایمان میں شامل ہو جائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ مومنین کو عنقریب بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا۔

فرمانِ نبویؐ

ماہرِ قرآن کا مقام

چودھری رحمت اللہ بٹر

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((اَلْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَالَّذِيْ يَقْرَؤُ الْقُرْآنَ وَيَتَتَعْتَعُ فِيْهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهٗ اَجْرَانِ)) (صحیح مسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے قرآن میں مہارت حاصل کر لی ہو (اور اس کی وجہ سے وہ اس کو۔ حفظ یا ناظرہ۔ بہتر طریقے پر اور بے تکلف رواں پڑھتا ہو) وہ معزز اور وفادار و فرمانبردار فرشتوں کے ساتھ ہوگا۔ اور جو بندہ قرآن پاک (اچھا یاد اور رواں نہ ہونے کی وجہ سے زحمت اور مشقت کے ساتھ) اس طرح پڑھتا ہو کہ اس میں اٹکتا ہو تو اس کو دو اجر ملیں گے (ایک تلاوت کا اور دوسرا زحمت و مشقت کا)۔''

"تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر"

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 15 — 29 جون تا 5 جولائی 2006ء — 2 تا 8 جمادی الثانی 1427ھ — شمارہ 23

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود ۔ ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان ۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 250 روپے
بیرون پاکستان
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انرجی وار

1996ء میں شنگھائی 5 کے نام سے قائم ہونے والی تنظیم جس کا ہدف صرف سرحدی تنازعات کو حل کرنا اور افغانستان کی جنگ کے بعد کے اثرات سے نمٹنا تھا' جون 2001ء میں شنگھائی کو آپریشن آرگنائزیشن کا نام دے دیا گیا۔ اِس تنظیم میں چین' روس' کرغستان' تاجکستان اور ازبکستان شامل ہیں۔ اور اِس کے سکوپ میں بتدریج اضافے کا فیصلہ کیا گیا۔ لیکن گزشتہ سال تک ممبر ممالک علاقائی سیکیورٹی خطرات سے آگے نہیں دیکھ رہے تھے۔ البتہ اِس سال اِس تنظیم کا سربراہی اجلاس جس انداز میں طلب کیا گیا یعنی رکن ممالک کے علاوہ افغانستان' پاکستان' ایران اور بھارت کے سربراہوں کو بھی بطور مبصر شریک ہونے کی دعوت دی گئی اور 15 جون کو شروع ہونے والے سربراہی اجلاس میں جو فیصلے ہوئے ہیں' اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ ممبر ممالک نے علاقائی حدود سے آگے نکل کر عالمی معاملات میں ملوث ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔ اِس تنظیم کے ممبر ممالک کا رقبہ یوریشا کے ساٹھ فیصد علاقے کے مساوی ہے اور اِن ممالک کی آبادی کل دنیا کی آبادی کا قریباً نصف ہے۔

یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ شنگھائی تعاون تنظیم نے یکدم جو نیا رول اختیار کیا ہے' وہ وسطی ایشیا میں امریکہ کے بڑھتے ہوئے سیاسی اور عسکری اثر ونفوذ کو روکنے کے لیے کیا ہے۔ آنے والے وقت میں توانائی کی ضروریات میں جو بے تحاشہ اضافہ ہوتا نظر آتا ہے' امریکہ مشرقِ وسطیٰ کے توانائی کے ذخائر کو اپنے لیے کافی نہیں سمجھتا۔ علاوہ ازیں امریکہ کی سوچ یہ ہے کہ عالمی سطح پر اپنے غلبے کو قائم ودائم کرنے کے لیے انرجی کے منبع اور سرچشمہ پر کنٹرول لازم ہے۔ یعنی اپنی ضروریات پوری کرنے کے علاوہ یہ سانپ خزانے کے دہانے پر کنڈلی مار کر بیٹھے گا' تب ہی دنیا اُس کی محتاج ہوگی اور اُس کے غلبہ کو تسلیم کرے گی۔ نام نہاد دہشت گردی کے خلاف امریکہ کی شروع کردہ جنگ کثیر المقاصد ہے۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ اُس اسلامی تہذیب کا خاتمہ کیا جائے جو سرمایہ دارانہ جمہوری نظام کے مقابلہ میں دنیا کو ایک عادلانہ اجتماعی نظام دینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ دوسرا یہ کہ اپنے غلبے کو صحیح معنوں میں عالمگیر بنانے کے لیے انرجی سنٹرز پر اپنا قبضہ جس قدر بڑھایا جا سکے' بڑھایا جائے۔ تیسرا یہ کہ چین جو زرد تہذیب کا نمائندہ ہے اور سرمایہ دارانہ جمہوری نظام نہیں رکھتا۔ اُس کی اقتصادی اور اسلحی ترقی امریکہ سپرمیسی کے لیے چیلنج بن رہی ہے' لہٰذا اُس کا گھیراؤ اور محاصرہ کیا جائے۔

اپنی بہت سی کمزوریوں اور مجبوریوں کے باوجود روس اور چین کے لیے امریکی طرزِ عمل اور اُس کا بڑھتا ہوا اثر و رسوخ اب نا قابل برداشت ہوتا جا رہا تھا۔ لہٰذا یہ جانتے ہوئے بھی کہ امریکہ کو اپنے اتحادی پاکستان کی شنگھائی تعاون تنظیم میں بطور مبصر شرکت ناگوار گزرے گی اور ایران کی شرکت امریکہ بہادر کو آگ بگولہ کر دے گی دونوں ممالک کو سربراہی سطح پر مدعو کیا گیا۔ اگرچہ توازن قائم رکھنے کے لیے امریکہ کے دوست بھارت جس کے چین کے ساتھ تعلقات کبھی خوشگوار نہیں رہے' اُسے بھی مدعو کیا گیا' اور افغانستان جہاں ایک کٹھ پتلی حکومت قائم ہے اور جہاں امریکی قابض فوج موجود ہے' اُسے بھی شرکت کی دعوت دی گئی' لیکن اِس فورم پر ہونے والی تقاریر اور اندرون خانہ کہانی سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مستقبل میں شنگھائی تعاون تنظیم عالمی سطح پر امریکہ مخالف محاذ کی صورت اختیار کر لے گی۔ ایران کے صدر کا اِس تنظیم کے پلیٹ فارم سے یہ اعلان امریکہ کے لیے الارمنگ ہے کہ تنظیم کے رکن ممالک کو چاہیے کہ وہ ایسا طریقہ کار اختیار کریں جس کے تحت بیرونی طاقتیں اِس خطے کے معاملات میں مداخلت نہ کر سکیں۔ ایران اور امریکہ کے درمیان مخالفانہ بیان بازی چلتی رہتی ہے لیکن شنگھائی تعاون تنظیم کے فورم سے یہ کھلا چیلنج دینے کا مطلب یہ ہے کہ روس اور چین جیسی سپر قوتیں اِس نقطہ نظر کی حمایت کر رہی ہیں۔

ہمارا اصل مسئلہ یہ ہے کہ آیا پاکستان کو اِس تنظیم کی مکمل رکنیت حاصل کرنے کے لیے شعوری کوشش کرنی چاہیے یا نہیں اور اِس میں کوئی فعال رول ادا کرنا چاہیے۔ ہماری رائے میں امریکہ کے شکنجے سے نکلنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو سنہری موقع فراہم کیا ہے۔ امریکہ پاکستان کو تنہا کر کے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرنا چاہتا ہے۔ پاکستان اگر کسی امریکہ مخالف تنظیم کا فعال رکن بنتا ہے تو پاکستان کی تنہائی ختم ہو جائے گی اور اُس کا شکار کرنا مشکل ہو جائے گا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ صدر مشرف نے SCO کے اجلاس میں شرکت کر کے اور اُس کی کارروائی میں بھرپور حصہ لے کر پاکستان کے مفاد میں ایک درست قدم اٹھایا ہے۔ ضرورت اِس امر کی ہے کہ اِس پر (باقی صفحہ 14 پر)

چھبیسویں غزل

(بالِ جبریل، حصّہ دوم)

نہ تو زمیں کے لیے ہے، نہ آسماں کے لیے
جہاں ہے تیرے لیے، تُو نہیں جہاں کے لیے

یہ عقل و دل ہیں شرر شعلۂ محبت کے
وہ خار و خس کے لیے ہے، یہ نیستاں کے لیے!

مقامِ پرورشِ آہ و نالہ ہے یہ چمن
نہ سیرِ گل کے لیے ہے، نہ آشیاں کے لیے

رہے گا راوی و نیل و فرات میں کب تک؟
ترا سفینہ کہ ہے بحرِ بیکراں کے لیے

نشانِ راہ دکھاتے تھے جو ستاروں کو
ترس گئے ہیں کسی مردِ راہ داں کے لیے!

نگہ بلند، سخن دل نواز، جاں پُر سوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے

ذرا سی بات تھی، اندیشۂ عجم نے اسے
بڑھا دیا ہے فقط زیبِ داستاں کے لیے

مرے گلو میں ہے اک نغمہ جبرئیل آشوب
سنبھال کر جسے رکھا ہے لامکاں کے لیے

1۔ اِس شعر میں اقبال نے انسان کے بارے میں قرآن کا تصور پیش کیا ہے جو یہ ہے کہ یہ ساری کائنات اللہ نے انسان کے لیے پیدا کی ہے کہ وہ اس کی قوتوں کو مسخر کرے اور اپنے فائدے کے لیے استعمال کرے، اور انسان کو اللہ نے اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ اس کی اطاعت کرے اور زمین میں اس کی نیابت کا فرض انجام دے۔ بالفاظ دیگر انسان اس لیے پیدا نہیں ہُوا کہ وہ دنیا کی لذتوں میں منہمک ہو جائے۔ اس کا مقصدِ حیات صرف اللہ کی عبادت، یعنی اطاعت ہے۔

2۔ عقل اور دِل، دونوں کی اصل عشق ہے، اور اللہ نے یہ دو قوتیں انسان کو اس لیے عطا فرمائی ہیں کہ وہ عقل کی مدد سے خار و خس یعنی مادی دنیا کو فتح کرے، اور دل کی بدولت عالمِ رُوحانی کو اپنے قبضے میں لائے۔

3۔ اے مخاطب! یہ دنیا اللہ نے اس لیے نہیں بنائی کہ تُو اُس کو اپنی مستقل اقامت گاہ بنائے یا اُس کی لذتوں میں منہمک ہو کر اپنے مقصود سے غافل ہو جائے، بلکہ تجھے اِس دنیا میں اس لیے بھیجا گیا ہے کہ تُو اپنی خودی کی تربیت کر سکے۔ تیرا مقصدِ حیات اللہ سے محبت کرنا ہے نہ کہ دنیا سے دل لگانا۔

4۔ اے مسلمان! تجھے اللہ نے ساری کائنات پر حکومت کرنے کے لیے پیدا کیا ہے، اس لیے تیرا زاویۂ نگاہ آفاقی ہونا چاہیے۔ یعنی تیرا نصب العین یہ ہے کہ ساری دنیا میں اسلام کے اصولوں کی اشاعت ہو، ساری دنیا اسلام کی حلقہ بگوش ہو جائے۔

اِس شعر کا مضمون اِس آیت سے ماخوذ ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ......﴾ (آل عمران: 110)

یعنی ''(اے مسلمانو! ہم نے تم کو اقوام عالم کا سردار بنایا ہے۔) تم بہترین اُمت ہو، پوری انسانیت کے لیے نکالے ہو (اور تمہارا فرض یہ ہے کہ) تم لوگوں کو نیکی کا حکم کرو گے اور برائیوں سے روکو گے۔''

5۔ افسوس! مسلمان کسی زمانے میں دوسروں کی رہنمائی کرتے تھے، لیکن آج اُن کی حالت یہ ہے کہ خود دوسروں کی رہنمائی کے محتاج ہیں، بلکہ ایک عرصے سے کسی رہنما کے منتظر ہیں۔

6۔ مسلمانوں کا رہنما وہ شخص ہو سکتا ہے جس کی نگاہ بلند ہو، یعنی جس کا نصب العین یہ ہو کہ میں اسلام کو ساری دنیا میں غالب کر دوں گا، جس کا سخن دل نواز ہو، یعنی وہ قرآن اور حدیث کے علوم کا ماہر ہو، کیونکہ اس کے بغیر اُس کی گفتگو دل نواز نہیں ہو سکتی، اور جس کی جان پُر سوز ہو، یعنی وہ عشقِ رسول ﷺ سے لبریز ہو۔ واضح ہو کہ نگاہ میں بلندی، سخن میں دل نوازی اور جان میں سوز...... یہ تینوں باتیں عشقِ رسول ﷺ ہی سے پیدا ہو سکتی ہیں۔

7۔ یہ شعر اقبال کے ایمائی اسلوب کی بہترین مثال ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ توحید کا عقیدہ بہت آسان، سادہ اور مختصر ہے۔ اس کے سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہے۔ بس اتنی سی بات ہے کہ مسلمان اللہ کے سوا کسی کی اطاعت نہیں کر سکتا۔ یہی توحید ہے اور یہی اسلام ہے اور یہی قرآن کی رُوح ہے، لیکن مسلمانوں نے اپنی نادانی سے اِس ذرا سی بات کو اتنا پیچیدہ بنا دیا ہے کہ برسوں علم عقائد اور علم کلام کی کتابوں کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں، لیکن جہاد فی سبیل اللہ کا جذبہ دلوں میں پیدا نہیں ہوتا۔

8۔ میرے سینے میں ایک نغمہ ایسا بھی پوشیدہ ہے کہ جبرئیلؑ بھی اُسے سُن کر بے چین ہو جائے، لیکن میں نے اُسے ''لامکاں'' کے لیے محفوظ رکھا ہے، یعنی اِس نغمے کو اُس وقت سناؤں گا، جب عشق کی بدولت قیدِ زماں و مکاں سے آزاد ہو جاؤں گا۔ بالفاظِ دیگر رموزِ عاشقی دنیا والوں پر ظاہر نہیں کیے جا سکتے کیونکہ وہ اُن کو سمجھ نہیں سکتے۔

ایمان کی پرزور دعوت اور

ایمان کا حاصل: توکل علی اللہ

سورۃ التغابن کی آیات 8 تا 11 کی روشنی میں

مسجد دارالسلام' باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 23 جون 2006ء کے خطبۂ جمعہ کی تلخیص

سورۃ التغابن کی آیات کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد فرمایا: حضرات! گزشتہ سے پیوستہ جمعہ میں سورۃ التغابن کی ابتدائی چار آیات کے حوالے سے گفتگو ہوئی تھی۔ اِن آیات میں ایمان باللہ کا تذکرہ تھا۔ گزشتہ جمعہ آیات 5 تا 7 کی روشنی میں ایمان بالرسالت اور ایمان بالآخرت پر بحث کی گئی تھی۔ (امیر تنظیم اسلامی کے اِس خطاب کی ریکارڈنگ نہ ہونے کے سبب تلخیص شائع نہیں کی جا سکی۔ از مرتب) آج ہم آیت نمبر 8 سے اپنی گفتگو کا آغاز کریں گے۔

پہلی 7 آیات میں ایمانیات ثلاثہ کا احاطہ کرنے کے بعد اگلی چار آیات (یعنی 8 تا 11) ایمان کی پرزور دعوت پر مشتمل ہیں اور یہ دعوت بڑے مؤثر اور پرزور انداز میں دی گئی ہے۔ فرمایا:

﴿ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ؕ ...... ﴾

''تو اللہ پر اور اُس کے رسول پر اور نور (قرآن) پر جو ہم نے نازل فرمایا ہے' ایمان لاؤ۔''

گویا لوگوں سے فرما دیا گیا کہ اگر یہ حقائق تمہاری سمجھ میں آ گئے اور تمہارا دل گواہی دے رہا ہے کہ قرآن حکیم شہنشاہ ارض و سمٰوٰت کا کلام ہے اور جو تعلیمات اِس میں پیش کی گئی ہیں' وہ فطرت کے عین مطابق ہیں' تو پھر اِن حقائق کو ماننے میں دیر نہ کرو بلکہ اپنے اندر اِن کو ماننے کی جرأت پیدا کرو۔ اب کوئی تعصب' مصلحت' ذاتی مفاد اور عصبیت ایمان کی راہ میں حائل نہ ہونے پائے۔ پس اللہ پر ایمان لاؤ اور حضرت محمد ﷺ کو رسول برحق مانو اور اس نور کی حقانیت کا اقرار کرو جو ہم نے نازل فرمایا۔ یہاں ''نور'' سے مراد نور ہدایت یعنی قرآنِ حکیم ہے جو رسول اللہ ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ اور آپ کی رسالت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اہلِ عرب کے سامنے قرآنِ مجید کو ایک چیلنج کے طور پر پیش کیا۔ یعنی اگر تم محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کو نہیں مانتے' تم کہتے ہو یہ کلام اللہ کا کلام نہیں بلکہ (نعوذ باللہ) محمد ﷺ نے خود گھڑ لیا ہے' یہ خود ساختہ کلام ہے۔ اگر ایسا ہی ہے تو پھر تم بھی ایسا ہی کلام تصنیف کر کے دکھاؤ' اِس کے مثل ایک سورت بنا کر لے آؤ۔ چلو' اس جیسی ایک ہی آیت بنا لو۔ تمہارے درمیان بڑے بڑے خطیب اور قادر الکلام شاعر موجود ہیں جنہیں اپنی فصاحت و بلاغت پر بڑا ناز ہے۔ اپنے اِن تمام شعراء' خطباء اور ادیبوں کو جمع کر لو' بلکہ وہ جنات جو تمہارے حمایتی ہیں' ان کو بھی اکٹھا کر لو۔ تم لاکھ کوشش کر لو' اِس جیسا کلام پیش نہیں کر سکتے۔ جب تم سب مل کر بھی اِس جیسا کلام بنانے سے عاجز ہو تو اِس کا مطلب یہ ہے قرآن انسانی کلام نہیں' اللہ کا کلام ہے' اور اِس کا پیش کرنے والا بھی اللہ کا نمائندہ اور رسول برحق ہے۔

> وقت نے ثابت کر دیا ہے کہ امریکی طاغوت کی حمایت کے باوجود آج کشمیر کے محاذ پر ہمارا تورا بورا ہو چکا ہے۔ ہماری دینی غیرت کا تورا بورا ہو گیا ہے کہ ہم ایک اپنے ہی ہاتھوں دینی اقدار کو ذبح کر رہے ہیں۔ ہمارے نصاب تعلیم پر تورا بورا ہونے کی بات سچ ثابت ہو رہی ہے۔ امن و امان اور معیشت تباہ حالی کا شکار ہے۔ خارجی میدان میں مشرقی سرحد کے ساتھ ہماری مغربی سرحد بھی غیر محفوظ ہو چکی ہے اور ہم ایک شکنجے میں آ گئے ہیں۔

اللہ کا کلام وہ نور ہے جو تمہاری ہدایت کے لیے نازل کیا گیا۔ یہ وہ روشنی ہے کہ اگر اِس کی راہنمائی میں چلو گے تو دنیا میں بھی عزت و کامرانی نصیب ہو گی اور آخرت میں بھی فوز و فلاح کے حقدار ٹھہرو گے۔

آیت کے آخری حصے میں فرمایا:

﴿ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ ﴾

''اور اللہ تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے''

یہاں لطیف اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ ایسا نہیں کہ تمہیں ایمان لانے پر مجبور کیا جا رہا ہے' بلکہ ایمان کی محض دعوت دی جا رہی ہے' تلقین کی جا رہی۔ تمہارے پاس آپشن ہے' خواہ ایمان لاؤ یا نہ لاؤ' یہ فیصلہ تم نے خود کرنا ہے' لیکن یہ بات یاد رکھو' یہ فیصلہ بہت اہم ہے۔ اِس فیصلے کا انجام تمہیں بھگتنا ہو گا۔ یہی بات سورت کے شروع میں بایں الفاظ آئی تھی:

﴿ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ؕ ﴾ (التغابن: 2)

''وہی تو ہے جس نے تم سب کو پیدا کیا اور پھر تم میں سے کچھ ایسے ہیں جو (اس کے) انکاری ہیں اور تم میں وہ بھی ہیں جو مومن ہیں۔''

سورۃ الملک میں فلسفہ موت و حیات کے حوالے سے اِس بات کو مزید واضح کیا گیا ہے۔ فرمایا:

﴿ نِ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ ﴾ (آیت: 2)

''وہی ہے جس نے موت اور حیات کو پیدا کیا تا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون ہے جو اعمال کے اعتبار سے اچھا (ہوتا) ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے موت و حیات کا سلسلہ پیدا کیا' سب انسان اِس سلسلہ سے گزر رہے ہیں۔ کوئی پیدا ہوتا ہے اور کوئی اپنا مختصر وقفہ زندگی پورا کر کے یہاں سے رختِ سفر باندھ لیتا ہے۔ موت و حیات کی تخلیق کی غرض و غایت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون لوگ ہیں جو بہتر عمل کر رہے ہیں۔

یہ دنیا دار الامتحان ہے اور زندگی مختصر امتحانی وقفہ۔ یہاں کے اچھے یا برے اعمال کا نتیجہ آخرت میں نکلے گا' اُس دن جو کہ اصل ہار جیت کے فیصلے کا دن ہو گا' جس کے متعلق فرمایا:

﴿ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ؕ ﴾ (التغابن: 9)

''جس دن وہ تم کو اکٹھا ہونے (یعنی قیامت) کے دن اکٹھا کرے گا وہ نقصان اُٹھانے کا دن ہے۔''

وہ جمع کرنے کا دن بڑا منفرد ہو گا۔ اُس دن حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک پیدا ہونے والے آخری انسان تک تمام لوگ اکٹھے کیے جائیں گے اور حیات دنیا میں کیے گئے اعمال کا نتیجہ نکلے گا اور انسان کے انجام کا فیصلہ کیا جائے گا۔ کون جیتا' کون ہارا' امتحان

میں کون کامیاب ہوا' کون ناکام ہوا' اس کا فیصلہ وہاں ہوگا۔ حقیقت میں کامیاب تو وہی شخص ہے جو اس دن کامیاب قرار پایا' اور جو اس دن ناکام قرار دے دیا گیا'

حقیقت میں کامیاب تو وہی شخص ہے جو روزِ محشر کامیاب قرار پایا' اور جو اس دن ناکام قرار دے دیا گیا' اس سے زیادہ ناکام و نامراد اور کوئی نہیں ہو سکتا' خواہ اس نے دنیا میں کتنی ہی کامیاب زندگی بسر کی ہو

اس سے زیادہ ناکام و نامراد' بدقسمت اور کوئی نہیں ہو سکتا' خواہ اس نے دنیا میں کتنی ہی کامیاب زندگی بسر کی ہو۔ کیونکہ آخرت کے مقابلے میں دنیا کی کامیابی اور ناکامی کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔ یہاں کی کامیابی اور ناکامی محض آزمائش کے لیے ہوتی ہے۔ کسی کو نعمت دے کر آزمایا جاتا ہے' کسی کو نعمت چھین کر آزمایا جاتا ہے۔ کسی کی دنیا میں کامیابیاں دے کر آزمائش کی جاتی ہیں اور کسی کو ناکامی دے کر پرکھا جاتا ہے۔ یہ حقیقی ناکامی اور کامیابی نہیں۔ یہ تو انسان کی کم فہمی اور عاقبت نااندیشی ہے کہ اسے کامیابی یا ناکامی سمجھ لیتا ہے۔

جان لو! دنیا میں تم جو چاہو کرو' خواہ اللہ کی اطاعت کا راستہ اختیار کرو اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کو اپنا شعار بناؤ' یا ڈٹ کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرو یا ان دونوں رویوں کے برعکس منافقانہ روش اختیار کرو۔ زبان سے تو ایمانیات کا اقرار کرو' مگر عملاً اس کی تکذیب کرو' شیطان اور شیطانی قوتوں کے ساتھ گٹھ جوڑ کرو' ان کے ایجنڈے کو آگے بڑھاؤ' جو چاہو کرو' تمہیں اختیار حاصل ہے' لیکن یہ جان لو کہ آخرت میں تمہیں اکٹھا کیا جائے گا۔ اُس دن تم سب کو کھینچ لایا جائے گا۔

ہار جیت کے فیصلے کے دن جو کامیابی اور ناکامی ہوگی دنیا کی کامیابی اور ناکامی سے اُسے کوئی نسبت نہیں دی جا سکتی۔ دنیا میں ناکامی کا معاملہ یہ ہے کہ وہ عارضی ہوتی ہے اور اس کے بعد بھی انسان کو کامیابی کے لیے مواقع دیے جاتے ہیں۔ مثلاً تعلیم کے میدان میں جب ہم کوئی امتحان دیتے ہیں تو مطلوبہ نمبر حاصل کرنے کی صورت میں ہمیں کامیاب قرار دیا جاتا ہے۔ اگر ہم ناکام بھی ہو جائیں تو بھی ہمیں کامیابی کے حصول کے لیے موقع دیا جاتا ہے۔ اگر ہم ہمت اور کوشش کریں تو کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ اسی طرح کاروبار اور تجارت میں ناکامی کا معاملہ ہے۔ اگر کاروبار میں خسارہ ہو گیا تو کیا ہوا' یہی نا کہ کسی قدر تنگی ہو گئی' اس سے زیادہ تو کوئی مسئلہ نہیں ہوا۔ اگر کوئی شخص میدان سیاست میں ہے اور الیکشن میں ناکام ہو جاتا ہے تو یہ بھی حقیقی ناکامی نہیں۔ ناکام ہو گیا تو یہی ہوگا نا کہ کچھ اختیارات حاصل نہیں ہو سکیں گے اور ہماری کرپٹ سیاست کے تناظر میں بہتی گنگا میں ہاتھ دھونے کے مواقع میسر نہیں آئیں گے۔ کوئی اُس کا گلہ تو نہیں کاٹے گا۔ وہ ہلاکت میں تو نہیں پڑ جائے گا۔

اس کے مقابلے میں آخرت کی کامیابی و ناکامی حتمی ہے۔ وہاں اگر ناکام ہو گئے تو دوبارہ مہلت عمل نہیں ملے گی۔ جو شخص ایک مرتبہ کامیاب قرار پایا وہ ہمیشہ کے لیے کامیاب ہو گیا' اور جو ایک مرتبہ ناکام قرار دے دیا گیا وہ ہمیشہ کے لیے ناکام و نامراد ٹھہرے گا۔ آخرت میں انسان کے دو ہی انجام ہوں گے یا تو اُسے سخت ترین عذاب ہوگا یا جنت میں اللہ کی بہترین نعمتیں عطا ہوں گی۔

آگے فرمایا:

﴿ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۹ ﴾

''اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے' وہ اُس کی برائیاں دُور کر دے گا۔ اور باغ ہائے بہشت میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں داخل کرے گا۔ ہمیشہ اُن میں رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔''

جو لوگ ایمان لائے اور ایمان کے مطابق اپنے

پریس ریلیز

23 جون 2006ء

امریکہ کی تمام خواہشات پوری کرنے کے بعد بھی کشمیر کاز' دینی اقدار' نصاب تعلیم' امن و امان اور معیشت تورابورا ہونے سے محفوظ نہیں رہ سکی

حافظ عاکف سعید

ہمارے حکمران نائن الیون کے بعد امریکی مطالبات کے آگے گھٹنے ٹیکنے کا جواز یہ پیش کرتے ہیں کہ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو پاکستان کا بھی تورابورا ہو جاتا' لیکن امریکہ کی تمام خواہشات پوری کرنے کے بعد بھی کشمیر کاز' دینی اقدار' نصاب تعلیم' امن و امان اور معیشت تورابورا ہونے سے محفوظ نہیں رہ سکی۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام' باغ جناح' لاہور میں اپنے خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ پہلے ہمیں صرف بھارت کی جانب سے جارحیت کا خوف تھا لیکن اب ہماری شمال مغربی سرحد بھی خطرات سے خالی نہیں۔ افغانستان میں جو لوگ ہماری مدد سے کامیاب ہوئے' آج وہ ہر معاملے میں بھارت اور امریکہ کے ہمنوا ہیں اور پاکستان کو شکنجے میں کسنے کے لیے ان کا ساتھ دے رہے ہیں۔

سورۃ التغابن کی آیات 8 تا 11 کی تشریح کرتے ہوئے امیر تنظیم نے کہا کہ حقیقی ایمان کا حاصل اور ثمر یہ ہے کہ اللہ پر پوری طرح توکل کیا جائے اور مستقبل کے اندیشوں کے باعث باطل قوتوں کے آگے سر جھکانے کی بجائے حق و صداقت اور عدل و انصاف پر ڈٹ جایا جائے۔ مومن چونکہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو مسبب الاسباب مانتا ہے' اس لیے دنیا میں کسی ناکامی پر یا خطرات پر بھی وہ قلبی اطمینان اور دلی سکون کی کیفیت میں رہتا ہے۔ تسلیم و رضا کا یہ مقام اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب اللہ پر گہرا ایمان و یقین حاصل ہو جائے اور ہر خیر اور شر کو من جانب اللہ تصور کیا جائے! اس کے برعکس موجودہ ملکی صورت حال یہ ہے کہ ہمارے حکمران اللہ کو بھول کر تمام اسباب کا سلسلہ امریکہ سے جوڑتے ہیں' جس کے نتیجے میں اسی فرعون وقت کے آگے سرِتسلیم خم کرنا پڑتا ہے۔ آج حق و باطل کے معاملات گڈمڈ نہیں رہے بلکہ صاف اور واضح طور پر نظر آ رہا ہے کہ کم و بیش ہمارے تمام ملکی معاملات میں کس کے ایجنڈے کو مکمل کیا جا رہا ہے اور کون ہمیں ڈکٹیٹ کر رہا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ آج ہم امریکہ کے غلام اور محکوم بن چکے ہیں اور اپنے دین و ایمان کا بھی سودا کر چکے ہیں۔

حافظ عاکف سعید نے کہا کہ دنیاوی نقصان یا خسارہ عارضی ہوتا ہے' جس کے اثرات کو کوشش کے ذریعے ختم بھی کیا جا سکتا ہے' لیکن آخرت میں کامیابی یا ناکامی ابدی اور دائمی ہوگی۔ اس ناکامی سے بچنے کا واحد راستہ یہی ہے کہ قرآن پر غور و فکر اور تدبر کیا جائے جس کے نتیجے میں ہمارے قلوب و اذہان نورِ الٰہی سے روشن ہو سکیں!

(جاری کردہ: شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

کردار کی تعمیر کی' اعمال صالحہ بجالاتے رہے' اُن کے لیے ایک خوشخبری تو یہ ہے کہ اُن کے تمام سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ پھر یہ کہ ایمان لانے کے بعد بھی اُن سے گناہ ہو جائے مگر وہ سچی توبہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ اُن کے گناہ معاف کر دے گا۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اُن باغات میں داخل کرے گا' جن کے دامن میں چشمے اور ندیاں رواں ہوں گی اور وہ اُن میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔

جنت کی نعمتوں کے بارے میں قرآن مجید میں جابجا تفصیلات دی گئی ہیں اور یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ یہ تو ابتدائی مہمان نوازی ہے ورنہ اِن نعمتوں تک تو انسان کے تخیل کی رسائی بھی نہیں ہے۔ بس اتنا سمجھ لیا جائے کہ جو کچھ بھی انسان وہاں چاہے گا' اُسے ملے گا۔ اور یہ کیفیت ایک آدھ مہینے یا سال تک کے لیے نہیں بلکہ ہمیشہ کے لیے ہوگی۔

اہل ایمان کے برعکس اہل کفر کا انجام کیا ہے؟ اس کے بارے میں فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴾

''اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ دوزخی ہوں گے' ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ اور یہ بہت بُری پلٹنے کی جگہ ہے۔''

کفر اور تکذیب زبان سے بھی ہو سکتی ہے مثلاً انسان اللہ تعالیٰ' رسول اکرم ﷺ یا آخرت کا انکار کر دے اور عمل سے بھی ہو سکتی ہے۔ عمل سے تکذیب یہ ہے کہ انسان ایمانیات کا اقرار تو کرے مگر اس کا عمل اس کے مطابق نہ ہو۔ جیسے منافقین زبان سے اقرار کرتے تھے کہ اللہ ایک ہے اور محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں بلکہ اِس پر قسمیں کھاتے تھے' مگر چونکہ اُن کا عمل ایمان کے برعکس تھا' اس لیے قرآن حکیم اُن کے دعوائے ایمان کی نفی کرتا ہے۔ یہود بھی تکذیب عملی میں مبتلا تھے۔ وہ زبان سے تورات کی تکذیب نہیں کرتے تھے بلکہ اُسے اللہ کی کتاب مانتے تھے' مگر عملاً اس کی آیات کو جھٹلاتے تھے۔ چنانچہ اُن کے متعلق فرمایا:

﴿ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ﴾ (الاعراف:177)

''بُری مثال ہے اس قوم کی جس نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا''

یہی تکذیب عملی ہے جس میں مسلمان مبتلا ہیں۔ چنانچہ قرآن کی تعلیمات کو ڈھٹائی کے ساتھ پاؤں تلے روندا جا رہا ہے۔ اگرچہ ہر شخص ایمان کا دعویدار ہے مگر اُس کا عمل اس دعوے کی تکذیب کر رہا ہے۔ آج جبکہ حق و باطل کی جنگ جاری ہے' اگر کوئی شخص حق کی راہ ترک کر کے شیطانی قوتوں کے ایجنڈے پر عمل کر رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا ایمان اللہ پر نہیں' شیطانی قوتوں پر ہے۔ اگر کتاب اللہ پر عمل نہیں ہو رہا تو گویا کسی نہ کسی انداز میں اُس کی تکذیب ہو رہی ہے اور جو لوگ بھی کفر اور تکذیب کرنے والے ہیں اُن کا انجام بد یہ ہوگا کہ انہیں جہنم کی آگ میں جھونک دیا جائے گا اور وہ اِس میں ہمیشہ رہیں گے۔ یقیناً جہنم بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔

جہنم کی آگ ایسی آگ ہوگی جو نہ صرف کھال ہی کو جلائے گی بلکہ دل تک پہنچ جائے گی۔ اس کی حدت ہماری دنیا کی آگ سے ستر گنا ہوگی۔ ذرا غور کیجئے' اس آگ میں بھی ہم دس سیکنڈ یا ایک منٹ کے لیے اپنی انگلی نہیں رکھ سکتے' جہنم کی آگ کی کیا شدت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس آگ سے بچائے۔ (آمین)

اگلی آیت میں ایمان کے ثمرات کا تذکرہ ہے۔ فرمایا:

﴿ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾

''کوئی مصیبت نازل نہیں ہوتی مگر اللہ کے حکم سے' اور جو شخص اللہ پر ایمان لاتا ہے وہ اُس کے دل کو ہدایت دیتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز سے باخبر ہے۔''

اس آیت کا میں ایمان کا حاصل بیان ہوا ہے۔ یعنی ایمان کے نتیجہ میں انسان کی سوچ میں جو تبدیلی آنی چاہئیں اُس کا تذکرہ ہے۔ درحقیقت ایمان کے نتیجے میں نہ صرف انسان کے عمل اور رویہ میں تبدیلی واقع ہوتی ہے بلکہ اُس کا نقطۂ نظر بھی بدل جاتا ہے۔ بندۂ مؤمن کو یقین ہوتا ہے کہ اُس پر جو بھی مصیبت واقع ہوئی ہے اللہ کے اذن سے ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر شے کا جاننے والا ہے۔ درخت کا پتہ بھی زمین پر نہیں گرتا مگر یہ کہ اُس کے علم میں ہوتا ہے۔ ذرا غور کیجئے' جس ہستی کے علم اور قدرت کا یہ عالم ہے کیا کوئی مصیبت اُس کے اِذن کے بغیر آ سکتی ہے۔ ہرگز نہیں' بے شک انسان پر جو بھی حالات وارد ہوتے ہیں اسی کے اِذن سے ہوتے ہیں۔ رنج و راحت' دکھ سکھ' خوشحالی اور تنگدستی کی حالتیں آزمائش کے لیے ہوتی ہیں اور اللہ کے اِذن سے ہی ایسا ہوتا ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات مسبب الاسباب ہے۔

جب بندہ مومن کے اندر یہ یقین پختہ ہو جاتا ہے تو پھر اُس کا توکل اور بھروسہ صرف اللہ ہی کی ذات پر ہوتا ہے۔ وہ ماسوائے اللہ کے ہر طاقت اور ہر خطرے سے بے خوف ہو جاتا ہے۔ اس کا یقین اس بات پر ہوتا ہے کہ اگر اللہ نہ چاہے تو ساری دنیا کے لوگ مل کر بھی مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

مدعی لاکھ برا چاہے' تو کیا ہوتا ہے
ہوتا ہے وہی جو منظورِ خدا ہوتا ہے

یہی وہ بات ہے جس کی تلقین نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو فرمائی تھی کہ اگر ساری دنیا بھی اِس بات کے لیے اکٹھی ہو جائے کہ تمہیں کوئی نفع پہنچائے مگر نفع نہیں پہنچا سکتی سوائے اتنے نفع کے جتنا اللہ کو منظور ہو' اور اگر ساری دنیا تمہیں نقصان پہنچانے کے درپے ہو تو نقصان نہیں پہنچا سکتی مگر اس قدر جتنا اللہ کے ہاں طے ہے۔

اللہ پر توکل ہی وہ قوت ہے جس کے سبب بندۂ مومن بڑی سے بڑی طاغوتی قوت سے معرکہ آراء ہو جاتا ہے۔ عہد حاضر میں استعماری قوتوں سے نبرد آزما مسلمان حریت پسند اِس کی نمایاں مثال ہیں۔ یہ توکل علی اللہ کا مظہر ہے کہ آج نہتے مسلمان افغانستان میں فرعون وقت امریکہ کا مقابلہ کر رہے ہیں۔

اگر اللہ پر توکل نہ ہو تو پھر طاغوت کے آگے گھٹنے ٹیکنے ہی پڑتے ہیں۔ اور پھر اِس طرح کے دلائل دینے پڑتے ہیں کہ اگر ہم طالبان کے خلاف امریکہ کا ساتھ نہ دیتے تو ہمارا تورا بورا بن جاتا' حالانکہ وقت نے ثابت کر دیا ہے کہ امریکی طاغوت کی حمایت کے باوجود آج کشمیر کے محاذ پر ہمارا تورا بورا ہو چکا ہے۔ ہماری دینی غیرت کا تورا بورا ہو گیا ہے کہ ہم ایک اپنے ہی ہاتھوں دینی اقدار کو ذبح کر رہے ہیں۔ ہمارے نصاب تعلیم پر تورا بورا ہونے کی بات سچ ثابت ہو رہی ہے۔ امن و امان اور معیشت تباہ حالی کا شکار ہے۔ خارجی میدان میں مشرقی سرحد کے ساتھ ہماری مغربی سرحد بھی غیر محفوظ ہو چکی ہے اور ہم ایک شکنجے میں آ گئے ہیں۔ بلوچستان میں تخریبی کارروائیاں ہو رہی ہیں۔ یہ سب اس لیے ہے کہ بقول اقبالؒ

بتوں سے تجھ کو اُمیدیں خدا سے نو میدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

اقبال نے ہمیں یہ پیغام دیا تھا کہ اگر تمہیں اللہ پر توکل نہیں ہے اور تمہاری امیدیں غیر اللہ سے وابستہ ہیں تو پھر یہی تو کافری ہے۔ خواہ زبان سے ایمان کے بلند بانگ دعوے کیے جائیں۔

قومی سطح پر دیکھا جائے تو صاف دکھائی دیتا ہے کہ غیر اللہ پر توکل محض افراد کا معاملہ نہیں بلکہ اس معاملے میں سیاسی جماعتیں خواہ وہ پیپلز پارٹی ہو یا مسلم لیگ اِس مرض میں مبتلا ہیں۔ وہ اقتدار کے حصول کے لیے امریکہ ہی کی طرف دیکھتی ہیں۔ ہمارے اِسی طرزِ عمل کا نتیجہ ہے کہ ہمارے حکمران امریکہ کے غلام بن چکے ہیں۔ اور پوری قوم امریکہ کے غلاموں کی غلامی کے شکنجے میں جکڑی جا چکی ہے۔

اگر ہم اللہ پر یقین رکھیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم موجودہ ذلت سے چھٹکارہ نہ پا سکیں۔ قلبی سکون اور اطمینان کی دولت ہمیں نصیب نہ ہو سکے۔ اگر ہم غیر اللہ پر بھروسہ کرنے کی بجائے اللہ ہی کو اپنا واحد سہارا بنا لیں' اُس کے دامن سے چمٹ جائیں' اُس سے امیدیں وابستہ کر لیں تو خوف و خطر' بزدلی اور کم ہمتی اور ذلت و رسوائی سے نجات مل سکتی ہے۔

مثلِ کلیم ہو اگر معرکہ آزما کوئی
اب بھی درختِ طور سے آتی ہے بانگِ لاتخف

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں ایمان کا نور پیدا فرمائے' اور ہمیں اس کے عملی تقاضوں پر پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (مرتب: محبوب الحق عاجز)

زاویہ فکر

محمد سمیع حکمرانوں کے بارے میں اہل قلم کے اندازِ فکر کا تجزیہ کرتے ہیں

اللہ تعالیٰ تو قرآن مجید کی سورۃ النساء کی آیت نمبر 79 میں یہ فرمایا ہے کہ ''اے انسان! تجھے جو بھی بھلائی حاصل ہوتی ہے اللہ کی عنایت سے ہوتی ہے اور جو مصیبت تجھ پر آتی ہے وہ تیرے کسب و عمل کی بدولت ہے۔'' لیکن ہمارا معاملہ عجیب ہے۔ ایک طرف ہمارے حکمراں ہیں جو اپنے اقتدار کے استحکام کے لیے امریکہ کی طرف دیکھتے ہیں اور اس کے اشارے پر ہر کام کرنے کے لیے تیار ہوتے ہیں خواہ اس کے نتائج کچھ بھی نکلیں اور اس کے باوجود یہ دعویٰ کریں کہ وہ امریکہ سے ڈکٹیشن نہیں لیتے بلکہ ہر کام قومی مفاد میں کرتے ہیں۔ دوسری طرف وہ دانشور حضرات ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کو امریکہ کے اشارے پر پھانسی دی گئی کیونکہ اس نے ایٹم بم بنانے کا آغاز کیا اور میاں محمد نواز شریف کو اس لیے جلاوطن کیا گیا کہ اس نے امریکی دباؤ کے باوجود ایٹمی دھماکے کیے۔ جب کسی سیاستداں کی حمایت میں لکھنا ہو تو اس قسم کی باتیں اس کی حمایت کا جواز بن جاتی ہیں۔ اور چونکہ اہل قلم کا کام عوامی رائے بنانا ہوتا ہے خواہ کسی کے حق میں بنائیں یا اس کے خلاف لہٰذا اس قسم کی باتیں بنانا ان کے لیے ناگزیر ہوتا ہے۔

اب آپ ذرا ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کا معاملہ لے لیں۔ دنیا کی سب سے بڑی مسلم ریاست کے دولخت کیے جانے میں کون اس بات سے انکار کر سکتا ہے کہ ان کا ایک اہم رول رہا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ۔

وقت کرتا ہے پرورش برسوں
حادثہ ایک دم نہیں ہوتا

کے مصداق یہ حادثہ ایک دم سے نہیں ہو گیا لیکن تابوت میں آخری کیل تو ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے ٹھونکی۔ وہ اگر مفاہمت کی روش اختیار کرتے تو شاید یہ ملک ٹوٹنے سے بچ جاتا۔ لیکن انہوں نے اس روش سے گریز کیا۔ شاید ان کے نقطہ نظر میں یہ بات قومی مفاد میں نہ رہی ہو۔ بہر حال جو ہونا تھا وہ تو ہو ہی گیا۔ لیکن ذرا سوچئے کہ اللہ تعالیٰ نے پاکستان کی صورت میں لوگوں کی جانی، مالی و عزت و آبرو کی قربانیوں کے نتیجے میں ایک نعمت عظمیٰ عطا کی تھی، اس کا دولخت کیا جانا اللہ کی نگاہ میں کتنا بڑا جرم ہو سکتا ہے۔ آج ملک کو دولخت ہوئے 35 سال کا عرصہ بیت چکا ہے لیکن اس کا خمیازہ لوگ اب تک بھگت رہے ہیں۔ مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمانوں کے خون کی ہولی کا کھیلا جانا، ان کی جائیدادوں پر قبضے، مسلمان فوجیوں کا ہندوؤں کے آگے ہتھیار ڈالنا، سال ہا سال تک ان کا جنگی قیدی بنے رہنا، ڈھائی لاکھ سے زیادہ افراد کا بے وطن ہو جانا کہ وہ بنگلہ دیش میں رہتے ہوئے نہ بنگلہ دیشی ہیں اور نہ انہیں باعزت طور پر پاکستان منتقل کیا جاتا ہے کہ ان کے زخموں کا کچھ مداوا ہو سکے۔ یہ سب کوئی معمولی معاملات نہیں تھے جن کی سزا کا کچھ حصہ ان لوگوں کو نہ ملتا جنہوں نے اس عظیم قومی المیہ میں اپنا حصہ ڈالا۔ ہمارے ایک دانشور نے بجا طور پر یہ بات لکھی ہے کہ جن لوگوں نے بھی اللہ کی اس نعمت عظمیٰ کے دولخت کیے جانے میں حصہ لیا، اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف نہیں کیا خواہ وہ ذوالفقار علی بھٹو ہوں، شیخ مجیب الرحمٰن ہوں یا اندرا گاندھی ہو۔

اسی طرح میاں محمد نواز شریف کا معاملہ لے لیجئے۔ اللہ نے ان کو کتنا نوازا۔ ایک معمولی تاجر کو پاکستان کی وزارت عظمیٰ تک پہنچایا، صرف ایک بار نہیں بلکہ دو مرتبہ اور ایک مرتبہ تو انہیں دو تہائی اکثریت بھی دلوادی۔ ان کے لیے یہ بہترین موقع تھا کہ پارلیمنٹ میں اپنی اکثریت کو وطن عزیز میں اسلامی نظام عدل اجتماعی کے نفاذ کے لیے استعمال کرتے۔ اگر وہ ایسا کرتے تو شاید اللہ تعالیٰ، جو بڑا قدر دان ہے، انہیں اور عزت عطا فرماتا لیکن انہوں نے اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے کے لیے ہر کام کیا مگر اسلام کے لیے انہوں نے کچھ بھی نہیں کیا۔ کہتے ہیں کہ ہمارے ملک کے آئین میں پورا نظام خلافت موجود ہے لیکن اس میں ایسے چور دروازے موجود ہیں جو اس نظام کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ میاں محمد نواز شریف سے کہا گیا کہ آپ کچھ نہ کیجئے لیکن بس اتنا کہ دستور میں ضروری ترمیم کر کے قرآن و سنت کی ہر سطح پر بالفعل بالادستی قائم کر دیجئے۔ اس کے لیے انہیں دستور میں ترامیم کا ڈرافٹ بنا کر بھی پیش کیا گیا۔ لیکن انہوں نے معاملہ کو ٹالنے کے لیے راجہ ظفر الحق کی صورت میں یک رکنی کمیٹی بنادی۔ اور کمیٹیاں کس لیے بنائی جاتی ہیں وہ ہم سب پر روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ نہ صرف اقتدار سے محروم ہو گئے بلکہ عرصہ پانچ سال سے جلاوطنی کی زندگی گزار رہے ہیں۔

انہوں نے اب اپنی سیاست کا محور و مرکز یہ بنایا ہے کہ کسی طرح فوج کو جسے اقتدار کا چسکہ لگ گیا ہے، سیاست سے آؤٹ کیا جائے۔ حالانکہ انہیں تو سب سے پہلے ان سیاستدانوں کے خلاف محاذ بنانا چاہیے تھا جو ہر دور میں آمروں کے اقتدار کا دست و بازو بنتے ہیں۔ گدھ تو کسی کی بوٹی نوچنے کے لیے اس وقت لپکتے ہیں جب وہ زندگی ہار بیٹھتا ہے۔ جب تک اس میں زندگی کی معمولی سی رمق بھی ہوتی ہے تو وہ اس پر نہیں لپکتے۔ لیکن ہمارا ملک، اللہ اسے ہمیشہ قائم و دائم رکھے، کی زندگی ہی میں گدھ کے مختلف گروہ اس کی بوٹیاں نوچنے میں مصروف ہیں، خواہ یہ گروہ جاگیرداروں کی صورت میں ہوں، وڈیروں، خوانین اور سرداروں کی صورت میں ہوں یا سادہ یا خاکی بیوروکریٹس کی صورت میں۔

> حکمرانو! دنیا کا مالک امریکہ نہیں، اللہ ہے۔ دیکھ لو کہ امریکہ نے جن لوگوں کو بھی اقتدار تک پہنچایا، ان کا کیا حشر ہوا۔ اور جو اپنے حشر تک نہیں پہنچے وہ دنیا میں ذلت و خواری کے کس مقام تک پہنچے ہوئے ہیں۔

ایک طرف میثاق جمہوریت میں جنرلوں کے خلاف اقدامات کا عزم ظاہر کیا گیا ہے تو دوسری طرف انہیں جنرلوں کی منظور کردہ سترہویں ترمیم کی چند چیزوں کو برقرار رکھنے کا عندیہ دیا گیا ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ نائن الیون کے بعد وہ بھی وہی پالیسی اختیار کرتے جو موجودہ صدر نے اختیار کی ہے۔ لیکن یہ وہ شاید باانداز دگر کرتے۔ اس لیے نہیں کہ یہ چیزیں قومی مفاد میں ہیں بلکہ یہ امریکی ایجنڈا کا حصہ ہیں۔ مجال ہے کہ ہمارا کوئی سیاستداں امریکہ کو خوش کیے بغیر اقتدار تک رسائی حاصل کر سکے۔ اللہ کے بندو! اقتدار کا واحد سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ وہ جسے چاہے عزت دیتا ہے، جسے چاہے ذلت دیتا ہے۔ وہ جسے چاہے اقتدار عطا فرماتا ہے اور جس سے چاہے اقتدار چھین لیتا ہے۔ امریکہ کو چھوڑو۔ اللہ کے دامن سے وابستہ ہو جاؤ کہ اسی میں دنیوی فلاح بھی ہے اور اُخروی نجات بھی۔ دنیا کا مالک امریکہ نہیں، اللہ ہے۔ دیکھ لو کہ امریکہ نے جن لوگوں کو بھی اقتدار تک پہنچایا، ان کا کیا حشر ہوا۔ اور جو اپنے حشر تک نہیں پہنچے، وہ دنیا میں ذلت و خواری کے کس مقام تک پہنچے ہوئے ہیں۔ صرف افغانستان اور عراق کے موجودہ حکمرانوں کو ہی دیکھ لو۔ لیکن دیکھو دیدۂ عبرت نگاہ سے۔

اے اہل نظر ذوق نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا

اللہ کے نزدیک نہ تو کوئی ڈکٹیٹر ناپسندیدہ ہے اور نہ کوئی سیاستداں۔ یہ سب پسندیدہ ہو سکتے ہیں، بشرطیکہ اس کے دین سے وفاداری کریں۔ اور دین سے وفاداری کا مطلب یہاں اسلام کے نظام عدل اجتماعی کا قیام ہے۔ جو بھی یہ کام کرے گا، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سرخرو ہوگا، ورنہ جتنے بھی ڈرامے کر لئے جائیں نہ دنیا میں انہیں سکون حاصل ہوگا اور نہ آخرت میں ان کی فلاح کی کوئی صورت نظر آتی ہے۔ ہم تو سب کے انجام بخیر ہونے کی دعا کرتے ہیں، خواہ ان میں وہ ہوں جو اپنے دنیوی انجام کو پہنچ گئے یا وہ جو ابھی اپنی باری کے منتظر ہیں۔ کاش کہ ان کا شمار اس گروہ میں ہو سکتا جس کے بارے میں قرآن کہتا ہے کہ ''ان میں سے وہ بھی ہیں جنہوں نے اپنی نذر پوری کر دی اور وہ بھی جو اپنی باری کے منتظر ہیں''۔ دنیا میں ہمارے اہل قلم لاکھ کسی کو مرد مومن، مرد حق بنائیں، کسی کو شہید جمہوریت کا تمغہ عطا کریں اور خواہ کسی کو جرأت و ہمت کے اعلیٰ مقام پر فائز کریں، اس سے نہ کوئی مسند اقتدار تک پہنچ سکتا ہے اور نہ اپنے اقتدار کو مستحکم رکھ سکتا ہے۔

بے مقصدیت پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ ہے

''روزنامہ ایکسپریس'' کا امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید سے انٹرویو

گزشتہ دنوں روزنامہ ''ایکسپریس'' لاہور نے امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید سے انٹرویو لیا' جو ''ایکسپریس'' کی اشاعت 23 جون میں شائع ہوا۔ اِس انٹرویو میں امیر تنظیم نے حالات حاضرہ خاص طور پر ملکی سیاست کے حوالے سے اظہار خیال فرمایا۔ قارئین نداء کی آگہی کے لیے' یہ انٹرویو مذکورہ اخبار کے شکریے کے ساتھ ندائے خلافت میں شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

ایکسپریس: پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ آپ کی نظر میں اس وقت کیا ہے؟

حافظ عاکف سعید: بے مقصدیت' جس مقصد کے لیے پاکستان قائم ہوا تھا' ہم نے وہ مقصد فراموش کیا ہے' تو ہماری حالت کٹی ہوئی پتنگ کی مانند ہو گئی ہے۔ جس کی کوئی منزل ہے اور نہ کوئی ہدف' تعلیم مقصدیت سے خالی ہے' کوئی تربیت افکار نہیں روزمرہ کے مسائل کے حل کرنے کے لیے خود غرضی اور مفاد پرستی ہی مقصد بن گیا ہے۔

ایکسپریس: اس مسئلہ کا حل کیا ہے؟

حافظ عاکف سعید: اس کا ایک ہی حل ہے کہ اس مقدس نظریے اور مشن کی طرف رجوع کریں جس کے تحت پاکستان قائم کیا گیا تھا۔ اور اس جانب یکسو ہو کر آگے بڑھیں۔ اور بانئ پاکستان کے الفاظ میں فلاحی' جمہوری اور اسلامی ریاست قائم کریں۔ یہ کام کریں گے تو پاکستان عالم اسلام تو کیا پوری دنیا کے لیے مینارۂ نور بن جائے گا۔

ایکسپریس: کیا موجودہ حکمرانوں سے توقع رکھی جا سکتی ہے کہ وہ پاکستان کو ایک فلاحی' جمہوری اسلامی ریاست بنائیں گے؟

حافظ عاکف سعید: ہمیں اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ یہ درست ہے کہ پاکستان پر اس وقت ایک شخص کا کنٹرول ہے اور فردِ واحد کی حکومت ہے اور اختیارات کا ارتکاز فرد واحد کی ذات میں ہے لیکن اگر وہ اپنا قبلہ درست کر لے' منزل کو سمجھ کر پیش قدمی کر دے تو یہ بعید از امکان تو ہو سکتا ہے ناممکن نہیں' آس نہیں ٹوٹنی چاہیے۔

ایکسپریس: موجودہ حکمران تو مغربیت سے مرعوب دکھائی دیتے اور اتاترک کو آئیڈیل تصور کرتے ہیں' ان سے کیونکر یہ توقع رکھی جا سکتی ہے؟

حافظ عاکف سعید: یہ پاکستان کے قیام کے بنیادی مقصد سے منحرف ہونے کا نتیجہ ہے۔ یہ عالمی طاقتوں کا ایجنڈا ہے کہ ہمیں پاکستان کے اصل مقصد اور اہداف سے دور کر دیا جائے۔ جس کا نتیجہ معنوی اعتبار سے پاکستان کا خاتمہ ہے۔ کیونکہ پاکستان دو قومی نظریے کی بنیاد پر قائم کیا گیا تھا۔ اور جب اس نظریے سے انحراف کیا گیا تو معنوی اعتبار سے یہ ختم ہو جائے گا۔

مصور پاکستان علامہ محمد اقبالؒ اور معمارِ پاکستان حضرت قائداعظمؒ دونوں کے افکار کے مطابق اگر پاکستان کا احیائے نو ہو تو رُخ درست ہو جائے گا۔ قوم کے اندر جان بھی پیدا ہو جائے گی۔

ایکسپریس: ایم ایم اے کا سیاسی مستقبل کیا ہے؟ کیا اب تک اِس کی کارکردگی تسلی بخش رہی ہے؟

حافظ عاکف سعید: ایم ایم اے کا تجربہ جواب تک رہا ہے' وہ سچی بات ہے حوصلہ افزا نہیں۔ انہیں بھی اپنے کردار پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔ حالات سے سبق سیکھ کر لائحہ عمل مرتب کرنا ہوگا۔

ایکسپریس: آپ ایم ایم اے کی سیاست میں موثر کردار ادا کرنے کے حوالے سے کیا تجویز کریں گے؟

حافظ عاکف سعید: میرے خیال میں ایم ایم اے کی ترجیحات میں سب سے اول نفاذِ شریعت ہونا چاہیے۔ حکومت کو بچانا اور محض جمہوریت کی بحالی بعد کا مرحلہ ہے۔ یہ اولین ترجیحات نہیں ہونی چاہیے۔ ان کا اصل فوکس نفاذِ شریعت پر ہونا چاہیے۔

ایکسپریس: موجودہ حکومت کی اب تک کی کارکردگی پر کیا تبصرہ کریں گے؟

حافظ عاکف سعید: موجودہ حکومت کی کارکردگی مایوس کن بھی ہے اور حوصلہ شکن بھی ہے۔ مادی اعتبار سے بھی ملک کو استحکام نہیں ملا' نظریاتی جڑیں کھودی گئیں' اسلامی اقدار کی دھجیاں بکھیر دی گئیں' دین و مذہب کو کمزور کرنے کے ہتھکنڈوں پر عمل کیا گیا۔ معاشی استحکام بھی نہیں حاصل ہوا۔ کشمیر کاز' ایٹمی ٹیکنالوجی کے حوالے سے جو توقعات وابستہ کی گئی تھیں وہ بھی چکنا چور ہوئیں۔

ایکسپریس: حالیہ بجٹ کو کس نظریے سے دیکھتے ہیں؟

حافظ عاکف سعید: نیا بجٹ بھی الفاظ اور اعداد کی شعبدہ بازی ہے۔ یہ سرمایہ دارانہ بجٹ ہے۔ اس میں عام آدمی خصوصاً غریب کو یقینی ریلیف نہیں دیا گیا' اس سے کوئی انقلابی تبدیلی ممکن نہیں کہ غریب سکھ کا سانس لے سکے' بس روایتی بجٹ ہے۔

ایکسپریس: کیا نئے انتخابات میں کسی تبدیلی کا امکان دکھائی دیتا ہے؟

حافظ عاکف سعید: تنظیم اسلامی کے نزدیک تبدیلی تب ممکن ہے جب اصل منزل کی طرف یعنی اسلامی نظام کے قیام اور نفاذِ شریعت کی طرف پیش ہو۔ بادی النظر میں تو ان انتخابات سے خیر کی توقع نہیں ہے کیونکہ نفاذِ شریعت اور اسلامی نظام کے قیام کا راستہ انتخابات کے کارویڈر سے ہو کر نہیں گزرتا۔

ایکسپریس: پاکستان کے مستقبل کے حوالے سے آپ کیا سوچتے ہیں؟

حافظ عاکف سعید: حکمرانوں کی غلط حکمت عملیوں اور ناقص پالیسیوں کی وجہ سے عوام میں مایوسی پھیل چکی ہے۔ ہر شخص جو کالج یونیورسٹی میں پڑھ رہا ہے' چاہتا ہے کہ پڑھ کر باہر چلا جائے۔ گویا اصل پاکستانی کی نظر میں بھی پاکستان کا کوئی مقام نہیں ہے۔ جن کو موقع ملتا ہے باہر جانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس لیے یہاں سے ٹیلنٹ باہر شفٹ ہو رہا ہے جو افسوسناک بات ہے۔

میری نظر میں تو ملک میں تبدیلی لانے کے لیے موجودہ نظام کو بنیاد سے بدلنا ہوگا۔

ایکسپریس: کیا ملک میں کوئی ایسی جماعت یا تنظیم ہے جو اس نہج پر کام کر رہی ہو؟

حافظ عاکف سعید: اس حوالے سے ایسی کوئی تنظیم یا بڑی جماعت تو موجود نہیں ہے۔ البتہ انقلاب کا دعویٰ تو سب جماعتیں کرتی ہیں۔ تمام دینی جماعتیں اس بات کا دعویٰ کرتی ہیں کہ اسلامی نظام لانا ان کے پیش نظر ہے۔ بلاشبہ علمائے حق اپنی اپنی جگہ پر بھی کام کر رہے ہیں لیکن توجہ کے ارتکاز کے ساتھ (پوری طرف فوکس کر کے) اسلامی انقلاب کو ہدف بنانا' لوگوں کی ذہن سازی کرنا اور ان میں جوش پیدا کرنا کہ وہ باطل نظام کو جڑ سے اُکھاڑ کر اللہ کے دین کو غالب کرنے کے لیے کام کریں' مشکل اور صبر آزما کام ہے' جس کے لیے بہت کام کی ضرورت ہے۔

تنظیم اسلامی کے فورم سے یہ کام ماشاء اللہ ہو رہا ہے۔ دوسری جماعتوں کی توجہ بھی اس جانب دلوائی جا رہی ہے۔ گو پیش رفت تسلی بخش تو نہیں لیکن قرآنی فکر عام ہوا ہے۔ قرآنی فکر کو بڑے پیمانے پر عام کرنا اس دور کی اہم ضرورت

ہے۔ قرآن کا انقلابی پیغام ہر فرد تک پہنچانے کی ضرورت ہے۔ دینی جماعتوں کی توجہ عام طور پر اس جانب نہیں ہے۔

ایکسپریس: کیا وجہ ہے کہ آپ ابھی تک ملک میں کوئی انقلابی جماعت نہیں بنا سکے؟

حافظ عاکف سعید: ہماری جماعت انقلابی جماعت ہے اور لوگوں کا رجوع بھی بڑھ رہا ہے کچھ لوگ ایسے ہیں جو جاگے' البتہ مزید کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اس انداز سے مایوسی ہوئی ہے کہ رفتار کم ہے اور اس لحاظ سے مستقبل قریب میں امید کی کوئی کرن نظر نہیں آتی۔

ہمارا کام تو صحیح رخ پر محنت کیے جانا ہے۔ ہم اپنے طور پر کوشش بھی کرتے رہتے ہیں کہ دوسری جماعتوں کو بھی ساتھ ملائیں اور سب جماعتیں اکٹھی ہو کر اس رخ پر آ جائیں اور اس ہدف پر کام کریں۔ آئندہ بھی ہم یہ کام احساسِ ذمہ داری کے طور پر کرتے رہیں گے اور اپنی اس دعوت سے مایوس نہیں ہیں' حالات کسی بھی وقت پلٹ سکتے ہیں؟

☆☆☆

حدود آرڈیننس میں تبدیلی کے بارے میں پوچھے گئے سوال کے جواب میں امیر تنظیم نے کہا: حدود آرڈیننس میں بحث کی گنجائش موجود ہے' تاہم اس کو جس انداز سے عوام میں زیر بحث لایا جا رہا ہے' وہ مناسب نہیں' یہ انداز اس بات کی چغلی کھاتا ہے کہ اس کے پیچھے کوئی گہری سازش کارفرما ہے۔ یہ معاملہ صرف اسی صورت میں حل کیا جا سکتا ہے جب علماء اور دینی سکالرز کو ایک جگہ پر اکھٹا کر کے ان سے رائے لی جائے۔ اسے عوام میں لانا درست نہیں۔ اس آرڈی نینس کی مخالفت وہی اسلام دشمن طاقتیں ہی کر رہی ہیں جن کی نظر میں ناموس رسالت آرڈی نینس کھٹکتا ہے' اس میں بہتری کی گنجائش موجود ہے لیکن جس طرح سے اسے زیر بحث لایا جا رہا ہے' اس سے بدگمانیاں پیدا ہو رہی ہیں اور حدود کا احترام دلوں سے نکالا جا رہا ہے۔

دعائے مغفرت

☆ تنظیم اسلامی حلقہ سرحد جنوبی کے مبتدی رفیق ابراہیم خان (کوہاٹ والے) کی والدہ صاحبہ بقضائے الٰہی وفات پا گئی ہیں۔

☆ رفیق تنظیم' مظہر الحق مظہر (لندن) کی ہمشیرہ کا انتقال ہو گیا ہے۔

☆ حلقہ پنجاب شمالی کے رفیق ملک ثمر نواز کی ہمشیرہ وفات پا گئی ہیں۔

☆ تنظیم اسلامی فیصل آباد غربی کے مبتدی رفیق محمد اصغر ملک کے تایا جان وفات پا گئے ہیں۔

☆ تنظیم اسلامی سرگودھا کے ملتزم رفیق حافظ محمد عبداللہ کے بڑے بھائی وفات پا گئے ہیں۔

قارئین ندائے خلافت اور رفقاء واحباب سے مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

ملک دشمن سرگرمیاں

پروفیسر: محمد یونس جنجوعہ

میرے خیال میں سب سے بڑی ملک دشمن سرگرمی یہ ہے کہ نوجوان نسل کے ایک بڑے حصے کو عضو معطل قرار دے دیا جائے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ہمارے ملک کی ایک عظیم اکثریت دیہی آبادی پر مشتمل ہے۔ غریب دیہاتیوں کے بچے اپنے مقامی سکولوں میں پرائمری مڈل تک اور بعض صورتوں میں ہائی سکول تک تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اس کے بعد کالج کی تعلیم شروع ہو جاتی ہے۔ سرکاری تعلیمی ادارے تو آٹے میں نمک کے برابر ہیں' جہاں بہت کم طلبہ کے لیے گنجائش ہے۔ چنانچہ بچوں کو پرائیویٹ تعلیمی اداروں کا رخ کرنا پڑتا ہے' جہاں فیسیں عام آدمیوں کی پہنچ سے باہر ہیں۔ لہٰذا غریب دیہاتیوں کے بچوں کو ابتدائی جماعتوں میں ہی پڑھائی چھوڑنا پڑ جاتی ہے۔ اس طرح دیہات میں رہنے والے بچوں کی صلاحیتیں ملک وقوم کے کسی کام نہیں آ سکتیں۔

جس ملک میں نوجوانوں کی ایک بڑی اکثریت کی صلاحیتوں کو پھلنے پھولنے کا موقع نہ دیا جائے وہ ملک ترقی کیا کرے گا۔ اگر دیکھا جائے تو قابلیت کے اعتبار سے دیہات میں پیدا ہونے والے بچے شہری علاقوں کے بچوں سے کسی طور پر کم نہیں ہوتے۔ آج بھی اگر موجود اعلیٰ سرکاری ملازمین کے کوائف جمع کیے جائیں تو معلوم ہو گا کہ ان میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جن کی پیدائش دیہات میں ہوئی اور وہیں انہوں نے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اگر اتنا زیادہ دیہاتی talent ضائع ہو جانے کے باوجود ہمارے اعلیٰ عہدیداروں کی اکثریت کا تعلق دیہات سے ہے تو اندازہ کیجیے کہ اگر تمام دیہاتی بچوں کو آگے آنے کا موقع دیا جائے تو کتنے قابل لوگوں کی صلاحیتیں اور قابلیتیں ملک وقوم کے کام آ سکتی ہیں۔

گورنمنٹ کالج لاہور ایک اعلیٰ تعلیمی ادارہ تھا' جہاں داخلہ میرٹ پر ہوتا تھا۔ پاکستان بھر کے دور دراز اور پسماندہ علاقوں کے باصلاحیت بچے بھی یہاں داخلہ لے سکتے تھے کیونکہ یہاں اتنی ہی فیس تھی جتنی دوسرے عام کالجوں میں۔ لیکن بعد ازاں سراسر ملک دشمنی اور غریب کشی کی سازش کے تحت اس کو نجکاری کے عمل سے گزار کر اس کی فیس اس قدر زیادہ کر دی گئی ہے کہ کسی غریب آدمی کا بچہ اس اچھے ادارے میں داخلے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ یہ ایک ادارہ تھا' جہاں امیر غریب سب کے بچے اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکتے تھے مگر تعلیم دشمن اور غریب کش حکمرانوں نے غریبوں سے یہ سہولت بھی چھین لی۔ نجکاری کے عمل کے وقت لوگوں نے صدائے احتجاج بلند کی' مگر یہ صدا ان بے بس دیہاتیوں کی طرف سے تھا جن کی کوئی سنتا ہی نہیں۔ ویسے تو ہر حکومت غریبوں کی ہمدردی کے گیت گاتی ہے مگر عملاً جاگیرداروں' سرمایہ داروں اور صنعت کاروں کے مفادات کا تحفظ کرتی ہے۔ اور غریب کو تو صرف مہنگائی ہی کا تحفہ ملتا ہے کیونکہ مہنگائی کا اثر دولت مندوں پر تو پڑتا نہیں۔ کہنے کو تو پٹرول مہنگا ہوا جو امیر اپنی گاڑیوں میں استعمال کرتے ہیں مگر اس سے ہر چیز مہنگی ہوئی۔ امیر کی قوت خرید مضبوط ہے لہٰذا اس کے لیے مہنگائی کوئی پریشان کن چیز نہیں' مگر غریب آٹا' دال اور آلو بھی نہ خرید سکا تو خودکشی ہی کرے گا یا اپنی اولاد کو قتل کر کے اپنا معاشی بوجھ ہلکا کرے گا۔

ملک کی وفادار قیادت وہ ہو گی جو ملک کی تمام آبادی کے ذہین اور باصلاحیت نوجوانوں کو آگے بڑھنے اور اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے مواقع فراہم کرے گی۔ اس وقت حال یہ ہے کہ تمام اچھے تعلیمی ادارے خوشحال گھرانوں کے بچوں کے لیے مختص ہیں کیونکہ صرف وہی بڑی بڑی فیسیں دے سکتے ہیں بلکہ امیروں کے نالائق بچے بھی سیلف فنانس کے چور دروازے سے اچھے تعلیمی اداروں میں سینہ زوری کے ساتھ داخلہ لے سکتے ہیں جبکہ غریب کا بچہ مڈل یا میٹرک میں بورڈ کو ٹاپ بھی کر لے تو وہ گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ نہیں لے سکتا۔ اب تو گورنمنٹ کالج کا status بلند کر کے اسے گورنمنٹ کالج یونیورسٹی کا نام بھی دے دیا گیا ہے تاکہ غریب عوام کے بچوں کے لیے یہ شجر ممنوعہ ہی رہے۔ جس ملک کے باصلاحیت نوجوانوں کی ایک بڑی اکثریت کو ضائع کر دیا جائے وہ ملک ترقی کی دوڑ میں کیا خاک حصہ لے گا' بلکہ اگر وہ اقوام عالم میں پسماندہ سے پسماندہ تر ہوتا جائے تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں!

اثارب اور حارم کی بازیافت

سلطان عمادالدین زنگی کے دل میں ایک ہی تڑپ' ایک ہی خواہش تھی کہ حال ہی میں یورپ کے صلیبیوں نے مسلمانوں کے جو علاقے زبردستی ہتھیا لیے ہیں' انہیں اس سے پہلے کہ اُن کا قبضہ مستحکم ہو' جلد از جلد واپس لے لینا چاہیے۔ صلیبیوں کے خلاف حرکت میں آنے سے پہلے اُس نے اپنے ڈاک اور جاسوسی کے محکمے کی طرف توجہ دی' اور اس محکمے کو انہی خطوط پر مستحکم کیا جو خلافت راشدہ' بنوامیہ اور بنوعباس کے عہد میں مسلمان حکمران کیا کرتے تھے۔

ڈاک اور جاسوسی کے محکموں کو اچھی طرح اُستوار و مستحکم کرنے کے بعد عمادالدین نے اپنے کام کی ابتدا کی۔ صلیبیوں پر ضرب لگانے کے لیے اُس نے دو شہروں کا انتخاب کیا۔ ایک اثارب اور دوسرا حارم۔

اثارب کا شہر اور قلعہ حلب شہر سے نو میل کے فاصلے پر انطاکیہ کی طرف جانے والی شاہراہ پر واقع تھا۔ یہ قلعہ صلیبیوں کا بہت بڑا گڑھ تھا۔ حلب اور اُس کے نواحی علاقوں کے مسلمان اثارب پر صلیبیوں کے قبضے کی وجہ سے سخت پریشان تھے۔ مؤرخ ابن اثیر کا بیان ہے کہ اثارب پر عیسائیوں کے تسلط نے مسلمانوں کے حلق پر انگوٹھا رکھ دیا تھا۔

حارم انطاکیہ کے قریب صلیبیوں کا ایک مستحکم قلعہ تھا۔ اس وقت اس علاقے میں سرسبز درختوں اور پانی کی بہتات تھی۔ قریب ہی چشمے تھے اور تھوڑے فاصلے پر ایک ندی گزرتی تھی۔ مؤرخ ابن سعید نے لکھا ہے کہ یہ قلعہ دراصل صلیبیوں کی بڑی چھاؤنی تھی اور یہاں اُن کے بے شمار ہتھیاروں کا ذخیرہ تھا۔

جب سلطان عمادالدین نے اثارب پر حملہ کرنے کا خیال ظاہر کیا تو اس کے مشیروں اور سالاروں نے اُسے اپنے ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کی' اس لیے کہ اُن کا خیال تھا کہ قلعہ اثارب کی مضبوطی اور صلیبیوں کی زبردست طاقت کے سامنے اُن کی معمولی فوج بہت حقیر نظر آتی تھی' لیکن عمادالدین زنگی نے ان کا مشورہ مسترد کر دیا اور اثارب صلیبیوں سے واپس لینے کا پختہ ارادہ کر لیا' کیونکہ یہ مسلمانوں کا قلعہ تھا۔

اثارب قلعے اور شہر کی ایک اور اہمیت یہ تھی کہ یہاں سے صلیبی صبح و شام نکل کر مسلمانوں کے اردگرد کے دیہات اور قصبوں پر حملہ آور ہوتے' لوٹ مار کرتے اور بچوں اور عورتوں کو اٹھا کر لے جاتے۔ اس قلعے کے اندر فرانس کے علاوہ دوسرے یورپی ملکوں کے مسلح جنگجو بھی تھے جو مسلمانوں کے خلاف جارحیت کو کار ثواب اور مذہبی فریضہ خیال کرتے تھے۔ لہٰذا قلعہ اثارب گویا مسلمانوں کے لیے ایک بہت بڑا مستقل خطرہ بنا ہوا تھا۔ اثارب کے قرب و جوار میں جو مسلمانوں کی آبادیاں تھیں' وہ اثارب پر قابض عیسائیوں کی وجہ سے سخت اذیت میں مبتلا ہو گئی تھیں' کیونکہ وہاں سے عیسائیوں کے مسلح دستے بار بار نکل کر مسلمانوں کی بستیوں اور محلوں پر حملہ آور ہو کر نہ صرف انہیں نقصان پہنچاتے' بلکہ ان کے گھروں کو لوٹتے اور مال مویشی ہانک کر لے جاتے۔

بالڈون کے ایک انتہائی تجربہ کار سردار نے متنبہ کیا کہ عمادالدین وہی نوجوان ہے جس نے شہر طبریہ کے دروازے پر اپنا نیزہ مارا تھا۔ لہٰذا اس شخص کو' جو اب موصل کا حاکم بھی ہے' حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو ہماری طرف سے بہت بڑی حماقت ہوگی۔

جس وقت عمادالدین زنگی اثارب پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا تھا' اُس کی تیاریوں کی خبر بیت المقدس بھی پہنچ گئی۔ اُس وقت بیت المقدس میں بالڈون بادشاہ تھا۔ بیت المقدس صلیبیوں کے قبضے میں تھا۔ بالڈون کو جب عمادالدین زندگی کی فوجی تیاریوں کا علم ہوا تو اُس نے ایک خصوصی کونسل یعنی مجلس مشاورت منعقد کی' جس کا مقصد عمادالدین کا مقابلہ کرنے کی تجاویز پر غور و خوض کرنا تھا۔ بالڈون کے اکثر امراء نے عمادالدین کے حملے کو اہمیت نہ دی۔ ان میں سے بعض نے بالڈون کو مشورہ دیا کہ ہمیں خاموشی اور اطمینان میں یروشلم میں بیٹھا رہنا چاہیے' اس لیے کہ اثارب ہمارا انتہائی مضبوط قلعہ' چھاؤنی اور اسلحے کا ذخیرہ ہے۔ اس میں ہمارا اچھا خاصا بڑا لشکر بھی ہے اور مسلمانوں کا یہ معمولی امیر عمادالدین قلعے کو فتح کرنا تو دور کی بات ہے' قلعے کی مضبوط فصیل سے ٹکرا کر خود ہی ناکام و نامراد واپس چلا جائے گا۔ لیکن بالڈون کے ایک انتہائی جہاں دیدہ' عمر رسیدہ اور تجربہ کار سردار نے بادشاہ یروشلم بالڈون کو متنبہ کیا کہ عمادالدین وہی نوجوان ہے جس نے شہر طبریہ کے دروازے پر اپنا نیزہ مارا تھا۔ لہٰذا اس شخص کو' جو اب موصل کا حاکم بھی ہے' حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو ہماری طرف سے بہت بڑی حماقت ہوگی۔

بالڈون اس بزرگ سردار کے انتباہ پر انتہائی چوکنا ہو گیا اور اثارب کے صلیبیوں کی مدد کے لیے اس نے فوراً ایک زبردست لشکر تیار کر کے روانہ کر دیا۔

دوسری طرف عمادالدین زنگی کے مخبر اور سراغ رساں بھی بڑی مستعدی اور تیزی سے کام کر رہے تھے۔ اسے پل پل کی خبریں پہنچ رہی تھیں۔ عمادالدین کو جب یہ خبر ملی کہ اثارب والوں کی مدد کے لیے یروشلم پر قابض بالڈون نے ایک لشکر تیار کیا ہے' تب اُس نے فیصلہ کیا کہ وہ اُن کے دونوں لشکروں کو ملنے نہیں دے گا' یعنی وہ یروشلم سے چلنے والے صلیبی لشکر کو اثارب پہنچنے سے پہلے ہی نمٹ لے گا۔

یروشلم اور اثارب کے درمیان

اس مقصد کے لیے عمادالدین زنگی اپنے مسکن سے نکلا اور برق رفتاری کے ساتھ اُس نے بیت المقدس کا رخ کیا۔ یروشلم کا صلیبی لشکر جو اثارب کا رخ کیے ہوئے تھا' وہ بڑے اطمینان سے اپنا سفر جاری رکھے ہوئے تھا۔ اس کے سپاہی اور سالار سبھی اپنی اپنی جگہ مطمئن تھے۔ وہ یہ اُمید بھی نہ کر سکتے تھے کہ عمادالدین اثارب کے علاوہ ان پر بھی ضرب لگا سکتا ہے' اس لیے کہ ان کے ذہن میں یہی بات بیٹھی ہوئی تھی کہ عمادالدین تو صرف موصل شہر کا حاکم ہے اور ایک معمولی شہر کے معمولی حاکم کی حیثیت سے اس کے ساتھ چھوٹا سا لشکر ہوگا۔ اس لشکر کے ساتھ اگر وہ اثارب پر حملہ آور ہوا تو قلعہ اثارب کی مضبوط فصیل سے سر ٹکرا کر واپس چلا جائے گا۔

لیکن ایک رات صلیبیوں پر قیامت ٹوٹ پڑی جب عمادالدین زنگی اچانک نمودار ہوا اور اس نے اپنے لشکر کی پوری طاقت کے ساتھ' نعرۂ تکبیر کی گونج میں صلیبیوں کے لشکر پر ہلہ بول دیا۔ صلیبی اس اچانک شب خون سے ہراساں ہو گئے۔ وہ توقع بھی نہیں کر سکتے تھے کہ ان کے خلاف عمادالدین اتنا اچانک اور بڑا قدم اٹھا سکتا ہے اور

اس قدر طاقت وقوت کے ساتھ ان پر حملہ آور ہو سکتا ہے۔ رات کی تاریکی میں صلیبیوں اور مسلمانوں کے درمیان خونریز جنگ ہوئی۔ عماد الدین کے ہاتھوں صلیبی لشکر کو شکست فاش ہوئی۔ اس جنگ میں صلیبیوں کے بڑے بڑے نامور سالار اور امراء جو اس جنگ کو مذہبی طور پر مقدس سمجھ کر شریک ہوئے تھے، مارے گئے اور جو زندہ بچے، وہ قیدی بنالیے گئے۔

جنگ اثارب میں مرنے والے صلیبیوں کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ مؤرخ ابن خلدون کے مطابق اس لڑائی کے بعد لگ بھگ ساٹھ ستر سال تک میدان جنگ میں مرنے والے صلیبیوں کی ہڈیاں اور ڈھانچے دکھائی دیتے رہے۔

قلعہ اثارب کی فتح

یروشلم سے آنے والے صلیبیوں کے لشکر کو بدترین شکست دینے کے بعد عماد الدین مڑا، اور مسلمانوں کا مضبوط قلعہ اثارب صلیبیوں کے قبضے سے چھڑانے کے لیے اس طرف کا رخ کیا۔ یہ قلعہ کبھی مسلمانوں کا تھا، لیکن گزشتہ چھوٹی چھوٹی صلیبی جنگوں میں مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا تھا، اور عماد الدین نے ہر قیمت پر اسے واپس لینے کا عہد کر رکھا تھا۔

قلعہ کے اندر مقامی عیسائیوں کے علاوہ یورپی ممالک کے مسلح جنگجو بھی موجود تھے۔ جب عماد الدین نے شہر پر حملہ کیا تو صلیبیوں نے اسے فصیل تک ہی محدود رکھنے کا فیصلہ کیا اور آگے بڑھ کر مقابلے کی ٹھانی۔ لیکن سلطان عماد الدین زنگی اس قدر جوش، اس قدر جذبے اور غضب میں تھا کہ قلعے کے قریب آتے ہی عجب مافوق الفطری انداز میں اپنے لشکریوں کے ساتھ وہ قلعے کی فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو گیا۔ قلعے کے اندر جتنے بھی صلیبی محافظ تھے، ان پر اس تیزی سے حملہ آور ہوا کہ ان میں سے اکثریت کو اُس نے کاٹ کر رکھ دیا۔ اس طرح قلعہ اثارب کو فتح کرتے ہوئے عماد الدین زنگی نے اُس کی فصیل پر پرچم ہلال لہرا دیا۔

قلعہ اثارب کی فتح کا ایسا چرچا ہوا کہ دنیائے نصرانیت میں عماد الدین کے نام اور اُس کی غیر معمولی شجاعت کی دھاک بیٹھ گئی۔ پہلے مقامی عیسائی اور یورپ سے آنے والے صلیبی اکثر اوقات مسلمانوں کی بستیوں پر حملہ آور ہوتے رہتے تھے۔ نیز جو علاقے عماد الدین کے ماتحت تھے، ان پر گاہے گاہے حملہ آور ہو کر لوٹ مار اور دہشت گردی کا بازار گرم کرتے رہتے تھے، لیکن جب سلطان نے قلعہ اثارب فتح کر کے اسے اپنے تسلط میں لے لیا، تب صلیبیوں کو ان علاقوں کی طرف نگاہ اٹھانے کی بھی جرأت نہ ہوئی جو عماد الدین کے تحت تھے۔ چند برس پہلے جب یہ قلعہ مسلمانوں کا تھا تو اس کا نام اثارب تھا، لیکن صلیبیوں نے اس کا نام بدل کر ''کریپ'' رکھ دیا تھا۔ اثارب لفظ ثرب سے ماخوذ ہے جس کے معنی بکرے کی چربی ہے۔ آج کل یہ شہر کھنڈرات کی صورت میں موجود ہے۔ اس کے آثار قدیمہ کھدائی کے انتظار میں ہے۔ مگر ان کے قریب ہی ایک چھوٹی سی بستی ہے، اور اس کا نام بھی اثارب ہی ہے۔

قلعہ حارم کی فتح

قلعہ اور شہر اثارب فتح کرنے کے بعد عماد الدین زنگی صلیبیوں کے دوسرے بڑے قلعے حارم کی طرف متوجہ ہوا۔ یہ قلعہ صلیبیوں کا ایک مضبوط گڑھ تھا اور یہاں صلیبیوں کا جو لشکر تھا، وہ اردگرد کی مسلمان بستیوں کے لیے مستقل عذاب کا باعث بنا ہوا تھا۔ اسی بنا پر عماد الدین زنگی اس قلعے کے صلیبی دہشت گردوں اور ڈاکوؤں کو بھی ان کے جرائم کی سزا دینے کا عہد کیے ہوئے تھا۔ اثارب فتح کرنے کے بعد وہ اپنے لشکر کی معیت میں بڑی تیزی کے ساتھ قلعہ حارم کی طرف بڑھا اور قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ قلعے کے اندر صلیبیوں کا جو لشکر تھا، وہ تعداد میں عماد الدین کے لشکر سے بھی بڑا تھا۔ کچھ دن تک انہوں نے ڈٹ کر عماد الدین کا مقابلہ کیا، لیکن عماد الدین کے برق رفتار اور جان لیوا حملوں نے انہیں تھکا دیا۔ بالآخر شکست مانتے ہوئے انہوں نے سلطان عماد الدین سے صلح کی درخواست کی۔ سلطان نے ان کی صلح اس شرط پر قبول کر لی کہ حارم شہر اور اُس کے گردو نواح کی زمینوں سے جس قدر آمدنی ہوتی ہے، حارم کے صلیبی اس کا نصف عماد الدین کو خراج کے طور پر ادا کیا کریں گے۔ حارم کے صلیبیوں نے عماد الدین زنگی کی یہ شرط قبول کر لی اور اس طرح عماد الدین نے یہاں بھی جنگ کے بغیر فتح حاصل کی اور اُس نے حارم کا محاصرہ اٹھا لیا۔

جنگ اثارب میں مرنے والے صلیبیوں کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ مؤرخ ابن خلدون کے مطابق اس لڑائی کے بعد لگ بھگ ساٹھ ستر سال تک میدان جنگ میں مرنے والے صلیبیوں کی ہڈیاں اور ڈھانچے دکھائی دیتے رہے۔

عماد الدین زنگی نے 1129ء میں صلیبیوں سے اثارب واپس لیا تھا۔ پھر حارم پر قبضہ کیا۔ اس کے بعد وہ لگاتار تقریباً دس سال تک سلجوق و بنوعباس کی خانہ جنگیوں میں پھنسا رہا۔ جنہوں نے عالمِ اسلام کی طاقت کو مزید منتشر اور کمزور کر کے رکھ دیا۔ تب یورپ کے عیسائیوں نے مسلمانوں کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھانے کا پھر ارادہ کر لیا۔ جن دنوں عماد الدین زنگی خانہ جنگی میں الجھا ہوا تھا، جس کی تفصیل بیان کرنے کا یہ موقع نہیں، یورپ کے صلیبی سرداروں نے پھر مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگیں شروع کرنے کا اعلان کر دیا۔ (جاری ہے)

حرف زاد

امتحان کی تیاری

محمد ارشد

لوگو! اُس امتحان کی تیاری کرو جس کی کوئی سپلیمنٹری نہیں، اگر پاس ہو گئے تو کیا کہنے اور اگر ناکام ہو گئے تو ہمیشہ ہمیشہ کی ذلت اور خواری ہے۔

زندگی کسی کے ساتھ وفا نہیں کرتی۔ یہ بے وفا ساتھی تمہیں چھوڑ دے گی۔ موت آ کر رہے گی، گلے لگا کر رہے گی۔ ہم سب کو مرنا ہوگا اور ایک دن اپنے رب کے حضور میں حاضر ہونا پڑے گا اور اپنے کیے کی جوابدہی کرنی ہوگی۔ آہ! وہ قبر کی تنہائیاں، نہ کوئی ساتھی، نہ کوئی غمگسار، نہ کوئی دوست عزیز اور نہ کوئی پرسانِ حال، ہاں مگر ساتھ ہے تو صرف اُن نیک اعمال کا جن کی پونجی دنیا سے کما کر لے جاتی ہے۔

آغوش لحد میں جبکہ سونا ہو گا
جز خاک نہ تکیہ نہ بچھونا ہو گا
تنہائی میں آہ کون ہووے گا انیس
ہم ہونگے اور قبر کا کونا ہو گا

خدارا! اس عظیم انٹرویو کی تیاری کیجیے۔

موت سے زیادہ دنیا میں کوئی چیز یقینی نہیں۔ یہ دنیا بڑے بڑے جابروں، سرداروں، بادشاہوں کا قبرستان ہے۔ کوئی بھی موت سے نہ بچ سکا۔ اپنے اپنے وقت پر ہر کسی کو جانا پڑا۔ ہمیں بھی جانا ہے۔ ہم سب ایک عظیم ریل گاڑی کے مسافر ہیں اور اپنے اپنے اسٹیشن کے منتظر ہیں۔ موت کا بیابان اور اندھیرا اسٹیشن یاد رکھیے، اور یہ بھی کہ زادِ راہ کے بغیر وہاں اترنا خطرے سے خالی نہیں، اس لیے آج بلکہ ابھی سے زادِ راہ اکٹھا کر لیجیے۔

جوانی میں عدم کے واسطے سامان کر غافل
مسافر شب کو اٹھتے ہیں جو جانا دور ہوتا ہے

ہائے کہ وقت گزرتا جا رہا ہے، زندگی دور اور موت قریب آ رہی ہے۔

عروسِ ہزار داماد کے اسیرو!

زیادہ سے زیادہ زادِ راہ اکٹھا کرو مگر اگلے جہاں کے لیے۔ اِس امید پر کہ راستہ آسان ہو جائے گا، خدارا! اپنے وقت کا زیاں نہ کرو ورنہ پچھتاوے کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اِک اور گھٹادی

کیا عورت مظلوم ہے؟

مضمون نگار: **محمد خالد حمید**

تلخیص وتہذیب: **محبوب الحق عاجزؔ**

اسلام کی آمد سے پہلے عورت حیوان سے بھی بدتر سمجھی جاتی تھی' حیوانوں کی طرح منڈیوں میں خرید وفروخت کی جاتی تھی۔ بیٹی کو پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کردیا جاتا تھا۔ ہندومت میں شوہر کے مرنے پر اس کی بیوی ستی کر دی جاتی تھی اور اب بھی بعض ہندوؤں کے ہاں اِس پر عمل ہوتا ہے۔ نرینہ اولاد نہ ہونے کی صورت میں بیوی کو مجبور کیا جاتا تھا کہ وہ دیور یا جیٹھ یا دونوں کی غیر موجودگی میں کسی غیر مرد کے ساتھ رہ کر نرینہ اولاد پیدا کرے' جسے نیوگ کہتے تھے۔ یونانی عہد میں' جسے ایک ترقی یافتہ زمانہ گردانا جاتا تھا عورت کو تمام تر انسانی مصائب و مسائل کا ذمہ دار قرار دیا جاتا تھا۔ یہ تو اسلام کی مہربانی ہے کہ عورت کو معاشرہ میں آزادی ملی۔ بالغ ہونے کی صورت میں اس کے لیے باقاعدہ شادی یا نکاح کا حکم ہوا' اور شادی کے بارے میں اس کی رائے کو اہمیت دی گئی۔ عورت کو غلامی کی زنجیروں سے آزاد کرا کر بلند مقام پر لا کھڑا کیا گیا۔

عورت کے مقام اور اس کی حیثیت کے تعین میں عقل انسانی نے ہمیشہ غلطی کی ہے۔ عہدِ حاضر میں عورت کی مکمل آزادی کے باعث جو اللہ کی متعین کردہ آزادی کے بالکل برعکس ہے' مغرب جن معاشرتی' اخلاقی اور تمدنی خرابیوں کا شکار ہو چکا ہے' ان کا اہم سبب خود ان کے دانشوروں کے بقول عورت کو حد سے زیادہ آزادی دینا ہے۔ کیونکہ یہ آزادی انتہائی غیر فطری ہے۔

اسلام' جو دین فطرت ہے' نہایت توازن کے ساتھ دونوں صنفوں کے حقوق وفرائض متعین کرتا ہے۔ دین اسلام نے عورت کو جو عزت و شرف اور بلند و بالا مراتب عطا کئے ہیں اور حقوق وفرائض کے ضمن میں پائیدار ضمانتیں فراہم کیں ہیں' اُن کی مثال کسی بھی قدیم یا جدید نظام معاشرت میں نہیں ملتی۔ اسلام میں مرد وزن کے الگ الگ حقوق وفرائض متعین کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسی ضمن میں دونوں اصناف کی فطرت' ہیئت کار اور زندگی کی ذمہ داریوں کے پیش نظر دائرہ کار بھی مقرر کر دیئے ہیں تاکہ دونوں اصناف کو اپنے اپنے دائرہ کار میں رہ کر دینوی ترقی اور آخرت میں کامیابی حاصل کرنے کے یکساں مواقع میسر آ سکیں۔

پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا عورت پر سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ آپؐ نے لوگوں کو عورت کے حقوق سے آگاہ فرمایا۔ انہیں بتایا کہ یہ طبقہ حقیر نہیں ہے' بلکہ عزت و ہمدردی کے لائق ہے۔ ان کے ساتھ محبت اور وقار کے ساتھ پیش آئیں۔

قرآن پاک میں عورتوں کو پردے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور پردے میں امت محمدیہ کی فلاح وکامرانی مضمر ہے۔ اسلام نے پردے کے جو احکامات دیئے ہیں اس کے تین بڑے اور اہم مقاصد ہیں:

1۔ عورتوں اور مردوں کے اخلاق کی حفاظت کی جائے۔ اور ان خرابیوں کا سد باب کیا جائے جو کہ مخلوط سوسائٹی میں عورتوں اور مردوں کے آزادانہ میل جول سے پیدا ہوتی ہیں۔

2۔ عورتوں اور مردوں کے دائرہ عمل کو الگ کیا جائے' تاکہ فاطرِ فطرت نے جو فرائض عورتوں کو سونپے ہیں' انہیں وہ اپنے دائرہ کار میں رہ کر سکون واطمینان سے اور احسن طریقہ پر سرانجام دے سکیں۔

3۔ گھر اور خاندان کے نظام کو مضبوط اور محفوظ بنایا جائے' جس کی اہمیت زندگی کے دوسرے نظاموں سے ہرگز کم نہیں۔

اسلام میں عورت پر جو بھی پابندیاں عائد کی گئیں ہیں' وہ صرف اور صرف فطری تقاضوں کو مدِنظر رکھ کر اس کی عظمت' عصمت اور عفت کے تحفظ کے لیے کی گئی ہیں۔ پردہ ہماری تہذیب میں عورت کی نسوانیت' وقار' شرافت' عزت' شرم وحیا' نیکی اور خاندانی عظمت پر دلالت کرتا ہے۔ یہ ایک ایسی بنیاد ہے جو دیگر بنیادوں کا سہارا بنتی ہے۔ اگر یہ بنیاد ہی ہل ہو جائے تو آہستہ آہستہ دوسری بنیادیں بھی کمزور ہوتی جاتی ہیں۔ خوف خدا' پاس رسول ﷺ' فکر آخرت' ازدواجی زندگی' اولاد کی تربیت اور خاندانی تعلقات غرض سب پر اس کے منفی اثرات پڑنے شروع ہو جاتے ہیں۔

> آزادیٔ نسواں اور روشن خیالی کے تحت' مساوی حقوق کا نعرہ قوانین الٰہی کو توڑنے کی ناکام کوشش ہے۔ کیا انسان فاطر السمٰوات والارض کا مقابلہ کرنا چاہتا ہے؟

موجودہ دور میں عورت کو زیادہ آزادی دینے کے جھانسے میں اس کا استحصال کیا جاتا ہے۔ اس کو سامانِ تعیش کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں اسلامی سکالرز نے بھی بارہا عورت کی بے جا آزادی اور بے راہروی کے خلاف نہ صرف خواص وعوام کی مجالس میں آواز بلند کی بلکہ قومی اسمبلی میں بھی عورت کی بے قید آزادی کی پرزور مذمت کی گئی۔ لیکن مغربیت کے رنگ میں رنگے ہوئے نام نہاد شرفاء وامراء کے زیر اثر ان دانشوروں کی ساکھ کو نقصان پہنچانے کی کوشش ہوتی رہیں۔

اس حقیقت کو تو اغیار بھی خوب اچھی طرح جان گئے ہیں کہ شرم وحیاء ہی عورت کا حسن وزیور ہے۔ مغربی دانشور بھی عورت کی بے قید آزادی کے خلاف بہت کچھ لکھ چکے ہیں' اگرچہ عملی طور پر پابندی نہ لگوا سکے۔ غیر مسلم فرانسیسی مفکر لوزیہ لکھتا ہے: ''عورت کو چاہیے کہ وہ عورت رہے۔ اسی میں اس کی فلاح ہے جو اس کو سعادت کی منزل تک پہنچا سکتی ہے۔ جس قدر عورت قانون قدرت کے قریب تر ہوگی' اُسی قدر اُس کی حقیقی قدر و منزلت بڑھے گی۔ اس کے برعکس وہ جس قدر اِس سے دور رہے گی' اس کے مصائب میں اضافہ ہوگا..... بعض لوگ زندگی کو پاکیزگی سے خالی سمجھتے ہیں مگر انسان کی زندگی دلفریب اور بے حد پاکیزہ ہے' بشرطیکہ ہر مرد اور عورت اپنے اپنے اُن مدارج سے واقف ہو جو قدرت نے اس کے متعلق مقرر کر دیئے ہیں۔''

عورتوں کا مردوں کے کاروبار میں ملوث ہونا ایک سخت اجتماعی مرض ہے' جو قوموں کی زندگی کا خاتمہ کر دیتا ہے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہم اِس بیماری کے علاج کے بجائے اس کو پھیلانے اور بڑھانے میں لگے ہوئے ہیں۔ آزادیٔ نسواں اور روشن خیالی کے تحت مساوی حقوق کا نعرہ قوانین الٰہی کو توڑنے کی ناکام کوشش ہے۔ کیا انسان فاطر السمٰوات والارض کا مقابلہ کرنا چاہتا ہے؟ کیا یہ عجیب بات نہیں ہے کہ عورت کی آزادی کا چرچا تو چہار سو ہے لیکن جب شادی بیاہ کی بات آتی ہے تو قرآن وسنت کے احکامات سرے سے نظر انداز کر دیئے جاتے ہیں' اور عورت کے معاملے میں جو طرزِ عمل اختیار کیا جاتا ہے وہ سراسر ظلم پر مبنی ہوتا ہے۔ لڑکوں کی طرف سے جہیز پر اصرار کیا جاتا ہے۔ اس اصرار میں خواتین ہی سب سے آگے ہوتی ہیں' جبکہ دین اسلام میں جہیز اور لڑکی والوں کی طرف سے ضیافت کے بارے میں بالکل خاموشی اختیار کی گئی۔ شریعت کے احکامات کی خلاف ورزی میں نہ صرف مرد بلکہ عورتیں بھی برابر کی شریک ہیں۔ اس میں عام لوگوں کے علاوہ پڑھے لکھے عالم فاضل' صاحب حیثیت اور مقتدر حضرات برابر کے شریک ہیں۔ قوانین تو بنا دیئے جاتے ہیں لیکن قانون کے پاسبان ہی قوانین کی اس طرح دھجیاں اڑاتے ہیں کہ دنیا ششدر رہ جاتی ہے۔ جس سے دوسروں کو بھی قانون شکنی کی شہ ملتی ہے۔

عورت کی آزادی کا یہ مطلب نہیں کہ اسے مادر پدر آزادی دے دی جائے' اُسے چادر اور چار دیواری سے ہی باہر کر دیا جائے۔ اسلام نے عورت کو اس حد تک آزادی دی ہے جس سے صنفِ نازک کو کسی قسم کی ٹھیس اور اذیت نہ پہنچ سکے۔ اگر مسلمان واقعی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات پر سنجیدگی سے اور کلی طور پر عمل کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ مرد یا عورت کوئی بھی کسی کے حقوق پر قبضہ کرنے کی کوشش کرتے ہوئے گناہ کے ارتکاب سے باز نہ رہے۔ آج ہر پاکستانی مغرب کی نقالی میں اندھا دھند ان کے طور طریقے اپنانے میں فخر محسوس کرنے لگا ہے۔ مرد وزن دونوں ہی ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش میں ایک دوسرے کے نہ صرف بنیادی حقوق بلکہ معاشرتی' معاشی اور ثقافتی حقوق بھی غصب کرتے چلے جا رہے ہیں' اور ساتھ ہی اپنے خود ساختہ حقوق حاصل کرنے کے لیے

واویلا بھی کر رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے دونوں اصناف ہی اپنے حقوق حاصل کرنے میں بُری طرح ناکام ہیں۔

اسلام کے نزدیک عورت کا تصور ایک بہترین ماں، بیٹی، بیوی اور بہن کا ہے۔ اسلام دشمن عناصر آزادیٔ نسواں کے نام پر میڈیا کے ذریعے عورت کی شرم و حیاء، عفت و پاکدامنی کو پارہ پارہ کرنے پر اُدھار کھائے بیٹھے ہیں۔ ان کے ذہن اس بات کو سمجھنے سے قطعاً قاصر ہیں کہ اسلام نے جو قانونِ فطرت دیا ہے وہ مغرب زدہ تہذیب سے کہیں زیادہ روشن خیال اور قابلِ قبول و قابلِ عمل ہے اور یہ عورت کے استحصال کی روک تھام کرتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ مرد کی ہوسناک طبیعت عورت کی معاشی و معاشرتی ذمہ داری قبول کئے بغیر قدم قدم پر اس سے لطف اندوز ہونا چاہتی ہے۔ چنانچہ اُس نے اپنی بیوی کی معاشی کفالت کو ذہنی بوجھ تصور کرتے ہوئے ذہنی سکون حاصل کرنے کے لیے یہ عیارانہ حل نکالا کہ عورت کو معاشی جدوجہد میں الجھا دیا اور اسے یہ باور کرایا کہ یہی ''آزادیٔ نسواں'' ہے۔

اسلام وہ واحد مذہب ہے جس نے عورت کو باوقار مقام اور بلند مرتبہ عطا کیا ہے۔ عورت کو ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کی حیثیت سے اہمیت دی۔ عورت کو اسلام نے پناہ دی۔ اُس نے اُسے ماں کا رتبہ بلند دیا، وہ ماں کہ جس کے پاؤں تلے جنت رکھ دی گئی۔ لیکن افسوس کہ دینِ اسلام سے بھٹکے ہوئے لوگوں نے ماں کی اہمیت ہی کو ختم کر ڈالا۔

ماں، بیٹی، بہو، ساس اور نند سب ہی تو عورتیں ہیں، جو عورت کو جب چاہیں سینہ سے لگالیں اور جب چاہیں زمین پر پٹخ دیں۔ عورت ہی عورت کی عزت کرتی ہے یا پھر اتنا ذلیل کرتی ہے کہ وہ خودکشی پر مجبور ہو جاتی ہے۔ عورت ہی اپنی بیٹی کو وہ لاڈ پیار دیتی ہے کہ اس کو دکھ اور تکلیف کا احساس تک نہیں ہوتا۔ جب کہ دوسری طرف عورت ہی ہے جو بہو کو بڑے چاؤ سے بیاہ کر لانے کے بعد دوسرے دن ہی اس سے ظالمانہ برتاؤ شروع کر دیتی ہے۔ حالانکہ اُسے سوچنا چاہئے کہ وہ بھی کسی کی بیٹی ہے اور اس کی اپنی بیٹی بھی جو آج گھر میں بیٹھی ہے، کل اُسے بھی بہو بن کر سسرال کے گھر جانا ہے۔ عورتیں یہ سب بھول جاتی ہیں اور پھر عورت کی مظلومیت کا واویلا کیا جاتا ہے۔

مندرجہ بالا حقائق کے پیشِ نظر ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ عورت ہرگز مظلوم نہیں ہے، بلکہ اس کو مظلوم بنا کر پیش کرتے ہوئے اپنے ذاتی مفادات حاصل کئے جاتے ہیں۔ عورت کی مظلومیت کا ڈھونگ رچا کر اس کا استحصال کیا جا رہا ہے۔ عورت کو آزادی دلوانے کی بجائے اس پر مزید ذمہ داریوں کا بوجھ ڈال دیا گیا ہے، جس کی وجہ سے وہ مزید بے سکونی کا شکار ہو گئی ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ عورت مظلوم ہے نہ صرف اس پر ظلم ہوگا بلکہ اس کی عزتِ نفس کو کچلنے کے مترادف ہوگا۔ عورت کی آزادی اور اُس کی حدود تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے واضح طور پر بیان فرما دی ہیں، جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔ عورت کی عزت تو صرف اور صرف اسلام اور اس کے قوانین پر عمل کرنے ہی میں ہے۔ اسلام نے عورت کو جس قدر آزادی دی ہے اس سے زیادہ دنیا میں کوئی مذہب، فرقہ، ادارہ دے ہی نہیں سکتا ہے۔

اظہارِ خیال

الزرقاوی کی موت یا امریکی بربریت

(انگریزی سے ترجمہ: **سردار اعوان**)

بتایا گیا ہے کہ الزرقاوی کے ساتھ اس کا ''روحانی مشیر'' جس نے امریکہ کو اس کی موجودگی کی اطلاع دی اور ایک ''عورت اور بچہ'' بھی جاں بحق ہوئے تھے۔ مبینہ روحانی مشیر کو کسی نے بھی دہشت گرد نہیں ٹھہرایا۔ عورت اور بچہ کی بھی تا حال شناخت نہیں ہوئی۔ فرض کریں الزرقاوی جیسا کہ مشہور کیا گیا تھا، واقعتاً بہت بُرا آدمی تھا لیکن کیا اُسے ہتھیار ڈالنے کا موقع نہ دینا یا کم از کم اس کے ساتھ دوسرے بے گناہ لوگوں کو وہاں سے نکلنے کا موقع نہ دینا، درندگی کی انتہا نہیں؟ وہاں موجود سب افراد کو (ماسوائے الزرقاوی کے جو کچھ دیر کے لیے زندہ رہا) 500 پونڈ وزنی بم گرا کر آناً فاناً ہلاک کرنا کہاں کی انسانیت ہے۔ اس کی مثالیں موجود ہیں کہ بدترین قسم کے مجرموں کو ہتھیار ڈالنے کا موقع دیا گیا، لیکن عراق میں ایک ''مجرم'' کے ساتھ کئی اور لوگوں کو قتل کرنے پر بھی کسی کو ندامت محسوس نہیں ہوتی بلکہ اس پر فخر اور خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے۔

بغداد میں ایک ریسٹورنٹ پر اس شک کی بنا پر بمباری کی گئی تھی کہ وہاں صدام حسین موجود تھے، حالانکہ وہ وہاں موجود ہی نہیں تھے۔ اس کی وجہ سے ایک 5 سالہ بچی سمیت جو بے گناہ لوگ ہلاک ہوئے ان کا کسی نے ذکر تک کرنا گوارا نہ کیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ امریکی افواج کو چھوٹ حاصل ہے کہ محض شک کی بنیاد پر کسی جگہ پر ایک کو بلکہ سب کو قتل کر دے، خواہ وہ عورتیں، بچے یا بوڑھے ہی ہوں۔ بچوں اور دوسرے بے گناہ لوگوں کو قتل کرنا امریکیوں کا مشغلہ ہے۔ ان کے نزدیک یہ لوگ زمین پر رینگنے والے کیڑے مکوڑے ہیں۔ رہے متاثرہ خاندان تو انہیں معاوضہ میں چند سو ڈالر ہی مل جائیں تو غنیمت ہے۔

لوگوں کو بے وقوف بنانے کے لیے آج ''عراق جمہوریت کی راہ پر'' کا اندھا دھند پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے۔ میڈیا پر عراقی بچوں کو سکول جاتے ہوئے دکھایا جاتا ہے یا خستہ حال بچوں کو امریکی فوج کا طبی عملہ حفاظتی ٹیکے لگا رہا ہوتا ہے۔

عراقی والدین کو ہر وقت پریشانی لاحق رہتی ہے کہ ان کے جگر گوشے امریکی درندگی کا نشانہ بننے سے بچے رہیں، جبکہ امریکی عوام کو پرواہ تو کیا، اکثر اس کا علم بھی نہیں ہوتا کیونکہ وہ دوسروں کے بچے ہیں اور بش انہیں سرے سے بچے ہی نہیں سمجھتا۔ پھر بھی امریکی ''انصاف پسندوں'' کو ہم سے نفرت ہے۔ وہ اس بات پر فکرمند ہیں کہ عراق میں لوگ کیوں مزاحمت کر رہے ہیں اور کیوں نت نئے ''دہشت گرد'' پیدا ہو رہے ہیں۔

(Mike Holmes کے مضمون "A note on the Death of Abu Museb Al-Zarqaawi" سے ماخوذ)

بقیہ: اداریہ

ثابت قدمی اور استقامت کا مظاہرہ کیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ امریکہ جب پاکستان کو اپنے چنگل سے نکلتا دیکھے تو ڈالروں کی خیرہ کن چمک یا پتھر کے زمانے (Stone age) میں دھکیلنے کی دھمکی حکمرانوں کے پاؤں میں پھر لغزش پیدا کر دے اور ہم ایک بار پھر مشرقی قوتوں سے آنکھیں پھیر کر امریکہ اور مغرب کی گود میں جائے پناہ ڈھونڈنے کی کوشش کریں۔

ہمیں اس حقیقت کو اب اچھی طرح جان لینا چاہئے کہ امریکہ بوقتِ ضرورت ہمیں ٹشو پیپر کی مانند استعمال کرتا ہے اور وقت نکل جانے کے بعد استعمال شدہ ٹشو پیپر کی طرح ردی کی ٹوکری میں پھینک دیتا ہے۔ آئیڈیل صورتِ حال تو یہ تھی کہ OIC جرأت کر کے امریکہ کے خلاف اسلامی ممالک کا محاذ قائم کرتی اور پاکستان اُس میں فعال رول ادا کر کے OIC کو اپنی سیکیورٹی کے حوالہ سے بطور چھتری استعمال کرتا، لیکن افسوس ایسا نہ ہو سکا۔ بہرحال مشرق میں اگر کوئی امریکہ مخالف محاذ قائم ہوتا ہے تو اس وقت ہمیں اُسے بھی غیبی مدد جانتے ہوئے موقع سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیے۔ ہم امریکہ سے خواہ مخواہ تصادم کے قطعی طور پر حق میں نہیں ہیں، البتہ امریکہ جو ایک بدمست ہاتھی کی طرح ہر شے کو کچلنا چاہتا ہے اور خصوصاً اسلامی ممالک کو جو اپنی دہشت گردی کا نشانہ بنا رہا ہے، اُس کا سدِ باب لازم ہے، وگرنہ وہ اسلامی تہذیب اور سرمایہ دارانہ جمہوریت کے مخالفوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے پر تلا ہوا ہے۔ صدر مشرف کے پاکستان کو انرجی کوریڈور بنانے کے اعلان سے تنظیم کے ممالک خصوصاً چین کی دلچسپی پاکستان میں بہت بڑھ جائے گی اور پاکستان کی سالمیت پر حملہ انرجی کی شاہراہ پر حملہ تصور ہوگا۔ انرجی کی سرد جنگ شروع ہو چکی ہے جو کسی وقت بھی گرم جنگ میں تبدیل ہو سکتی ہے۔ لیکن پاکستان اس جنگ میں تنہا نہیں ہوگا۔ خطرہ یہ ہے کہ SCO کا رکن بننے سے پہلے ہی پاکستان اپنے اندرونی خلفشار کی وجہ سے عدم استحکام سے دوچار نہ ہو جائے۔

مسئلہ وزیر تعلیم کی تعلیم و تربیت کا!

رفیق ڈوگر

باوردی جنرل پرویز مشرف کے استاد بے وردی جرنیل قاضی جاوید اشرف صاحب نے پہلے فتویٰ دیا کہ ہڑپہ کی تہذیب ہماری تہذیب ہے۔ ایک فتویٰ سے روشن خیالی کی تسکین نہ ہوسکی تو انکشاف فرمایا کہ ہماری اور اہل بھارت کی ثقافت ایک ہے۔ موجود اور رفتہ تہذیبوں کے علماء اور مفکرین میں اتفاق ہے کہ کسی بھی قوم کی تہذیب وثقافت میں اس کا مذہب' تاریخ' زبان' رہنے سہنے کے انداز اور فنون یعنی آرٹس اور کرافٹس شامل ہوتے ہیں۔ مذہب عقائد اور طریق عبادت ہے۔ تہذیب وثقافت کے تعین میں دیکھا جاتا ہے کہ اس قوم کی تاریخ ایک تھی یا نہیں۔ مذہبی اور تاریخی حوالوں سے اس قوم کے ہیرو کون کون تھے اور ولن کون تھے؟ اگر دو گروہوں کے ہیرو اور ولن ایک نہ ہوں تو وہ ایک قوم نہیں ہوتے' اور ان کی ثقافت الگ الگ ہوتی ہے۔ بھارت میں تامل اور غیر تامل بستے ہیں' جن کے تاریخی حوالوں سے ہیرو اور ولن الگ الگ ہیں۔ اسی سبب سے ان کی تہذیب وثقافت بھی ایک نہیں۔ انسانوں کے رہنے سہنے اور زندگی گزارنے کے انداز پر اس مقام کے موسم اور آب و ہوا اثر انداز ہوتے ہیں جہاں وہ بستے ہوں۔ گرم صحراؤں اور برف زاروں میں رہنے والے نہ ایک جیسا لباس پہن سکتے ہیں' نہ ایک ہی قسم کے گھر اور مکان بنا سکتے ہیں۔ انہیں مقامی موسموں کی مجبوریوں کو دیکھنا پڑتا ہے۔ کچھ ایسا ہی احوال آرٹس اینڈ کرافٹس کا ہے۔ سرد علاقوں میں قالین اور غالیچہ کی صنعت پائی جاتی ہے کہ وہاں اس کی ضرورت ہوتی ہے۔ سندھ کے گرم اور صحرائی علاقوں میں قالین کی بجائے رلی کی ضرورت ہوتی ہے' وہاں کی مقامی صنعتیں مقامی ضروریات کے حوالے سے فروغ پاتی ہیں۔

رہنے سہنے کے طریقوں آرٹس اینڈ کرافٹس اور زبان کے اختلاف یا طریق اظہار کے اختلافات کے باوجود اگر کسی قوم کے مذہبی عقائد' طریق عبادت' تاریخ اور مذہبی اور تاریخی حوالوں سے ہیرو اور ولن ایک ہوں تو اس کی تہذیب یا ثقافت کی روحانی بنیاد ایک ہی ہوتی ہے۔ ہڑپہ اور وادی سندھ میں مدفون تہذیب والوں کی زبان کون سی تھی؟ ان کا مذہب کیا تھا؟ ان کی تاریخ کیا ہے؟ مذہبی اور تاریخی حوالوں سے ان کے قومی ہیرو کون ہوتے تھے؟ اور ولن کون؟ سوڈیڑھ سو سال کی مغز کھپائی کے باوجود مشرق و مغرب کے ماہرین اس کا کھوج نہیں لگا سکے۔ ٹیلوں کی کھدائی اور وہاں سے دستیاب ٹھیکریوں' برتنوں اور سیلوں سے ان کے رہن سہن کے طریقوں اور فنون کا یہی اندازہ کیا جاسکتا ہے اور کیا جا سکا ہے۔ پھر ان کی تہذیب وثقافت ہماری تہذیب کیسے ہوگئی؟

کیا جنرل صاحب کو اس قوم کے دین' عقائد' طریق عبادات' زبان' تاریخ' مذہبی اور تاریخی حوالوں سے ہیروز اور وطن محبان کا بھی علم نہیں جس کے وہ وفاقی وزیر تعلیم ہیں؟ وطن عزیز کے مختلف حصوں میں جن قدیم تہذیبوں کے مدفن پائے جاتے ہیں' ہم اس حوالے سے ان کے مالک تو ہیں کہ ان کے عروج وزوال کے خطے ہمارے ملک میں پائے جاتے ہیں' لیکن وہ معدوم تہذیبیں ہماری اپنی تہذیب نہیں۔ گندھارا تہذیب نے جس خطہ میں عروج پایا تھا وہ پاکستان میں ہے۔ اس تہذیب کی روح بدھ مذہب کے عقائد تھی۔ ان کے فنون بدھ مذہب کے عقائد اور مقامی اثرات کا نتیجہ تھا۔ اگر کل کو کسی جرنیلی لہر کی زد میں آکر وزیر تعلیم نے فتویٰ جاری فرما دیا کہ گندھارا تہذیب ہماری تہذیب ہے تو انہیں کوٹ پینٹ اتارنا پڑ جائے گا اور گیرے رنگ کی دو چادریں اوڑھ کر بھاشن دینا ہوں گے' ان کے لیے کشکول پکڑنا ہم اس لیے لازم قرار نہیں دے سکتے کہ وہ تو سنا ہے ہمارے وزیر اعظم نے توڑ دیا ہوا ہے۔ ورنہ گندھارا تہذیب میں کشکول بنیادی ضرورت ہوتا تھا۔

> ہماری صدر محترم سے درخواست ہے کہ وہ اپنے 'استاد محترم' کی تعلیم و تربیت کا بندوبست کریں' ورنہ اہل علم ہمارے بارے میں کیا سوچیں گے' کہ ان کے وفاقی سطح کے وزیر کو اتنا بھی علم نہیں کہ تہذیب وثقافت کیا ہے؟

مسلمان توحید اور محمد بن عبداللہ ﷺ کی نبوت پر ایمان کامل رکھتے ہیں۔ ہماری مذہبی اور آسمانی کتاب قرآن کریم ہے۔ ہم نماز میں خدائے واحد کے حضور سجدہ ریز ہوتے ہیں' بھارت کے ہندو بت پوجتے ہیں۔ ان کی مذہبی کتاب گیتا ہے۔ ان کی تاریخ بنیادی حوالوں سے ہماری تاریخ سے متصادم ہے۔ ان کے مذہب اور تاریخ کے حوالے سے ہیرو راون برادران اور سہواجی ہیں۔ تاریخ جدید کے حوالے گاندھی اور نہروان کے قومی ہیرو کہے جا سکتے ہیں۔ سیتا کو اغوا کر کے لے جانے والا ان کا مذہبی ولن ہے۔ ہمارے صوفیائے کرام ستر پوشی کو لازم سمجھتے تھے۔ ان کے سادھو لباس کو اپنے مذہب کے خلاف سمجھتے ہیں۔ حضرت قائداعظم نے دوقومی ثقافت کے ضمن میں فرمایا تھا کہ ہندو گائے پوجتے ہیں اور ہم مسلمان گائے کا گوشت کھاتے ہیں۔ ہماری زبان ان سے الگ ہے' موسم کی یکسانی کے باوجود ہمارے بزرگوں نے نہ کبھی لنگوٹی کا مظاہرہ کیا تھا' نہ پب بنائے تھے۔ انہوں نے کبھی بودی اور کیس بھی اپنے دین کا حصہ نہیں سمجھا تھا۔ ان بنیادی دینی تاریخی اور رہن سہن کے اختلافات کے باوجود ہماری اور ہندوؤں کی ثقافت ایک کیسے ہوگئی؟ تہذیب وثقافت کے بنیادی اصولوں کی تھوڑی سی سوجھ بوجھ رکھنے والا کوئی عام بندہ بھی ایسا ''فتویٰ'' جاری نہیں کر سکتا اور قاضی جاوید اشرف صاحب تو ماشاء اللہ جرنیلی ڈگری ہولڈر ہیں۔ کچھ لوگ ان کے شاگرد رشید جنرل پرویز مشرف صاحب سے مطالبات کر رہے ہیں کہ اس فتویٰ کی وجہ سے ان کے خلاف کارروائی کی جائے۔ ہمیں ایسے مطالبات سے اتفاق نہیں۔ ہماری صدر محترم سے درخواست ہے کہ وہ اپنے استاد محترم کی تعلیم و تربیت کا بندوبست کریں' ورنہ اہل علم ہمارے بارے میں کیا سوچیں گے' کہ ان کے وفاقی سطح کے وزیر کو اتنا بھی علم نہیں کہ تہذیب وثقافت کیا ہے؟ جس بھی کسی نے ان کے فتوے پڑھے ہوں گے' وہ ہمارے بارے میں کیا سوچ رہا ہوگا؟ یہ پوری قوم کی عزت کا بھی تو معاملہ ہے۔ اگر ملک میں ایسا کوئی تعلیمی ادارہ نہیں جس میں ایسے ''بالغان'' کو داخل کرایا جاسکے تو ہسپتال تو موجود ہی ہیں۔

تنظیم اسلامی سیالکوٹ کا سہ روزہ دعوتی و تربیتی پروگرام

تنظیم اسلامی سیالکوٹ کے زیرِ اہتمام 27 تا 29 مئی 2006ء ایک سہ روزہ دعوتی اور تربیتی پروگرام منعقد کیا گیا' جس میں مرکزی ناظمِ دعوت جناب رحمت اللہ بٹر اور نائب ناظمِ دعوت جناب محمد اشرف وصی اور حلقہ سے امیرِ حلقہ جناب شاہد رضا اور جناب خادم حسین شریک ہوئے۔

مختلف مقامات پر دروسِ قرآن کا اہتمام کیا گیا تھا۔ سب سے پہلا درس بعد از نمازِ مغرب مسجد فاطمہ میں جناب رحمت اللہ بٹر نے دیا' جس میں انہوں نے عبادتِ رب پر روشنی ڈالی۔ اس کے بعد وہ مسجد الفلاح محلہ اسلام آباد تشریف لے گئے اور بعد از نمازِ عشاء ''لوازمِ عبادتِ رب'' پر اظہارِ خیال کیا۔ مسجد فاطمہ میں شب بیداری کا پروگرام بھی جاری رہا۔ جناب محمد اشرف وصی نے سوال و جواب کے ذریعے رفقاء کے علم میں اضافہ کیا۔

دوسرے دن کا پہلا درس التقویٰ سائنس سکول رنگپورہ میں ہوا جس کے مقرر بھی جناب رحمت اللہ بٹر ہی تھے۔ دوسرا درس قائد پبلک سکول محلّہ اسلام آباد میں بعد از نمازِ عصر تھا جس میں جناب اشرف وصی نے ''تقویٰ اور عصر حاضر'' کے موضوع پر گفتگو کی۔ اس سلسلے کا اگلا درس اورینٹ پبلک سکول محلّہ محمد پورہ (پورن نگر) میں جناب رحمت اللہ بٹر نے دیا۔ سب سے آخر میں ''ایٹ مور (Eat More) ریسٹورنٹ'' میں بعد از نمازِ عشاء جناب رحمت اللہ بٹر نے درس دیا' جس میں رفقاء اور شہر کے کاروباری احباب شریک ہوئے۔ تمام دروس میں رفقاء نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ پروگرام الحمدللہ باحسن طریق تکمیل کو پہنچا۔

(رپورٹ: اعجاز عنصر)

حلقہ سندھ زیریں کے تحت ماہ جون کی شب بیداری کا پروگرام

پروگرام کا آغاز لٹریچر کے مطالعہ سے ہوا۔ اس بار کتابچہ ''تنظیم اسلامی کا تاریخی پس منظر'' کا مطالعہ انجینئر نعمان اختر نے کروایا۔ وہ کتاب کو پڑھتے جاتے تھے اور جہاں جہاں وضاحتوں کی ضرورت ہوتی تھی' ملٹی میڈیا کے ذریعہ بانی محترم کی تقریر کے اس حصہ کو دکھایا جاتا تھا۔ نبی اکرم ﷺ کی حدیث مبارکہ جس میں آپؐ نے فرمایا تھا کہ ''تم پر بھی وہ سارے حالات آ کر رہیں گے جو بنی اسرائیل پر وارد ہوئے تھے' ٹھیک اسی طرح جس طرح ایک جوتی دوسری جوتی سے مشابہ ہوتی ہے''۔ کی روشنی میں موجودہ اور سابقہ امت مسلمہ کے عروج و زوال کے ادوار کا جائزہ لیا گیا۔

اس کے بعد تذکیر کا پروگرام تھا جس کے مقرر عبدالرزاق کوڈوائی تھے۔ انہوں نے ''راس الحکمة مخافت اللہ'' کی روشنی میں اکابرین امت کی خداترسی اور عذاب قبر کے چند واقعات کا تذکرہ کیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اکابرین کے اس موعظہ حسنہ کے اثرات ہمارے دلوں میں جاگزیں کر دے' تاکہ ہم بھی خداترسی کو اپنا شعار بنائیں۔ شب کو رفقاء نے نمازِ تہجد ادا کی۔ نمازِ فجر سے قبل محمد سلیم الدین نے سورۃ الاعلیٰ کے ذریعہ تذکیر کا فریضہ انجام دیا۔

شب بیداری کے موقع پر ایک کوئز پروگرام کا آغاز کیا گیا تاکہ رفقاء میں لٹریچر کی تذکیر بھی ہوتی رہے اور ان میں مسابقت کا جذبہ بھی پیدا ہو۔ ڈاکٹر محمد الیاس اس پروگرام کو کنڈکٹ کرتے ہیں۔ ان کا طریقۂ کار یہ ہے کہ وہ لٹریچر میں سے کوئی کتابچہ منتخب کر کے اس سے متعلق تقریباً 60-50 سوالات مرتب کرتے ہیں۔ سوال نمبر کا ایک چارٹ بنتا ہے۔ ہر تنظیم سے تین رفقاء اس پروگرام میں حصہ لیتے ہیں۔ باری باری ہر تنظیم کے گروپ سے کہا جاتا ہے کہ وہ جواب کے لیے سوال نمبر منتخب کر لیں۔ بعد ازاں' ان کے سامنے اس نمبر سے متعلق سوال پوچھا جاتا ہے' اگر تنظیم کے منتخب رفقاء میں سے کوئی رفیق اس کا درست جواب دے دیتا ہے تو اس تنظیم کو دس نمبر دیئے جاتے ہیں اور جزوی جواب پر پانچ نمبر۔ اس طرح سوال و جواب کے کئی راؤنڈ ہوتے ہیں۔ ہر ماہ تناظیم کے حاصل کردہ نمبروں کا ریکارڈ رکھا جا رہا ہے۔ یہ پروگرام ماہ ستمبر تک جاری رہے گا' جس کے بعد حاصل شدہ نمبر کی بنیاد پر تین تناظیم کو پہلا' دوسرا' اور تیسرا انعام دیا جائے گا۔ گزشتہ ماہ کا منتخب کتابچہ ''قرب الٰہی کے دو مراتب'' اور اس مرتبہ کا ''تنظیم اسلامی کا امتیازی محل و مقام'' تھا۔ آئندہ ماہ کے لیے کتابچہ ''تعارف تنظیم'' منتخب کیا گیا ہے۔ یہ سارا پروگرام کمپیوٹرائز کر کے ملٹی میڈیا کے ذریعے رفقاء کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔

امیر حلقہ نے تمام رفقاء کے استفادے کے لیے گزشتہ اجتماع ذمہ داران میں حلقہ کے رفقاء کی تقاریر پیش کئے جانے کا اہتمام کیا ہے۔ گزشتہ شب بیداری کے موقع پر انجینئر نوید احمد نے نفاق کی حقیقت پر اپنی گفتگو کا ایک حصہ پیش کیا تھا۔ اس پروگرام میں شجاع الدین شیخ صاحب نے وہاں جو مطالعۂ حدیث پیش کیا تھا' اسے پیش کئے جانے کا اہتمام کیا گیا تھا۔

شجاع الدین شیخ نے اللہ کے رسول ﷺ کے اس خطبہ کا تذکرہ کیا تھا جس کو سن کر صحابہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور انہوں نے یہ سمجھا گویا کہ یہ آپ کی آخری وصیت ہو۔ لہٰذا انہوں نے آپؐ سے گزارش کی کہ انہیں مزید نصیحت فرمائیں' جس پر آپؐ نے انہیں تقویٰ کی وصیت فرمائی۔ آخر میں امیر حلقہ نے اپنی گفتگو میں کچھ تنظیمی امور کا تذکرہ فرمایا۔ مسنون دعا پر اِس پروگرام کا اختتام ہوا۔ (مرتب: محمد سمیع)

✿✿ضرورت رشتہ✿✿

لڑکی' عمر 27 سال' قد 5 فٹ 3 انچ' قومیت پٹھان (مروت) تعلیم ایم۔اے (اسلامیات) وفاق المدارس سے عربی فاضل' کے لیے دینی مزاج کے حامل گھرانے سے رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔ بیرون ملک والے بھی رجوع کر سکتے ہیں۔

برائے رابطہ: 0222-638163

☆☆☆

لاہور میں مقیم راجپوت فیملی کو اپنی بیٹی' عمر 25 سال' تعلیم B.A' الہدیٰ کورس' شرعی پردے کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل گھرانے سے رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔ برائے رابطہ: محمد یٰسین

042-5419672 0300-4411401

☆☆☆

35 سالہ گریجویٹ' شرعی پردے کی پابند' طلاق یافتہ خاتون کے لیے موزوں رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: ڈاکٹر فراز: 0300-4231916

☆☆☆

کشمیری خاندان کی 23 اور 25 سالہ M.A لڑکیوں کے لیے دینی مزاج کے حامل گھرانوں سے موزوں رشتے درکار ہیں۔

برائے رابطہ: 042-7845670

☆☆☆

دعائے صحت

☆ رفیق تنظیم اسلامی (لندن) مظہر الحق مظہر کی اہلیہ علیل ہیں۔

☆ نقیب اسرہ حیدر آباد' عبدالقادر صاحب کی اہلیہ بیمار ہیں۔

قارئین ندائے خلافت اور رفقاء و احباب سے دعائے صحت کی اپیل ہیں۔

☆ منافقت اور ڈپلومیسی میں کیا فرق ہے؟

☆ نجاست کھانے والی مرغی کا کھانا حلال ہے یا حرام؟

☆ کیا اسلام میں اولاد کو عاق کرنے کی اجازت ہے؟

قارئین ندائے خلافت کے سوالات کے قرآن و سنت کی روشنی میں جوابات

س: منافقت اور ڈپلومیسی میں کیا فرق ہے۔ کاروباری معاملات میں منافقانہ یا ڈپلومیٹک رویہ اپنایا جاتا ہے' کہا جاتا ہے کہ اس کے بغیر کاروبار نہیں چلایا جا سکتا۔ اس بارے میں رہنمائی فرمائیں؟ (عبدالصمد)

ج: ڈپلومیسی اور جھوٹ میں فرق ہے۔ جھوٹ بولنے کی اجازت ہمارے دین نے ہرگز نہیں دی ہے۔ ڈپلومیسی یہ ہے کہ ایسا طرزِ عمل اختیار کیا جائے جس سے غلط بیانی کئے بغیر کوئی شخص دوسرے معنی مراد لے لے۔ انسان ان دونوں میں فرق خود کر سکتا ہے کہ جھوٹ کیا ہے اور ڈپلومیسی کیا ہے۔ جہاں تک کاروبار کے چلنے یا نہ چلنے کا معاملہ ہے تو جھوٹ یا ڈپلومیٹک رویہ اپنا کر عارضی منافع تو کمایا جا سکتا ہے لیکن اگر ایسا کرنے سے کسی کی کمائی حلال سے حرام میں بدل جائے تو یہ دراصل سخت گھاٹے کا سودا ہے۔

س: اسلامی نقطہ نظر سے کیا اپنی اولاد کو عاق کرنے کی اجازت ہے' براہِ کرم اس کی وضاحت فرما دیں۔ (جمیل اختر)

ج: اسلامی نقطہ نظر سے کسی شخص کے پاس یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنی اولاد کو عاق کر سکے' چاہے وہ اس کی کتنی ہی نافرمان کیوں نہ ہو۔

س: نجاست کھانے والی مرغی کا کھانا حلال ہے یا حرام؟ آج کل یہ خبر عام ہے کہ مرغی کی فیڈ میں سور کے اجزا شامل کیے جاتے ہیں۔ اس بارے میں شریعت کی تعلیمات کیا ہیں؟

ج: (۱) مرغی جو بھی نجاست وغیرہ کھاتی ہے بہر حال اس کے اثرات اس کے گوشت میں بھی پائے جائیں گے۔ ایسی گھریلو مرغی جو کہ نجاست وغیرہ کھاتی ہو فقہ کی اصطلاح میں جلالہ کہلاتی ہے۔ جلالہ مرغی کو کھانا حرام تو نہیں ہے لیکن مکروہ ہے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں:

((نهى رسول الله ﷺ عن أكل الجلالة وألبانها)) (رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ)

اللہ کے رسول ﷺ نے جلالہ کا گوشت کھانے سے اور اس کا دودھ پینے سے منع کیا ہے۔ اسی بنا پر امام احمد' امام شافعی اور اصحاب الرائے کا موقف یہ ہے کہ جلالہ جانور ہو یا پرندہ' دونوں کو کچھ عرصہ کے لیے قید کرنا چاہیے تاکہ اس دوران ان کو پاک خوراک دی جائے' پھر کچھ عرصہ کے بعد ان کو استعمال کرنا چاہیے۔ بعض علماء نے مثلاً ابن رسلان نے شرح السنن' میں لکھا ہے کہ مرغی کو 3 دن' بھیڑ بکری وغیرہ کو 7 دن اور گائے اونٹ وغیرہ کو 40 دن تک قید رکھ کر پاک اور طیب خوراک کھلانی چاہیے اور پھر استعمال کرنا چاہیے۔ جبکہ امام مالک کا موقف یہ ہے کہ جلالہ کو استعمال کرنے میں کراہت بھی نہیں ہے۔

2۔ اس معاملے میں اندازہ لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔ شریعت نے ہمیں اس چیز کا مکلف نہیں بنایا ہے جو کہ ہمارے علم میں نہیں یا آسانی سے ہمارے علم میں نہیں آ سکتی' ہم اس کو معلوم کرنے کے مکلف نہیں ہیں۔ لہٰذا اس معاملے میں گمان غالب کی بنیاد پر فیصلہ کرتے ہوئے ہم یہی کہیں گے کہ عام پولٹری فارمز میں جو خوراک دی جاتی ہے' وہی خوراک اس مرغی کو بھی دی گئی ہے جو کہ ہم خرید رہے ہیں۔

3۔ مرغی کا خود نجاست کھانا اور اس کو کھلانا اس میں کوئی فرق نہیں ہے' کیونکہ نجاست کا کھانا ہمارے لیے تو حرام ہے' کیونکہ ہم بحیثیت انسان شریعت کے مکلف ہیں لیکن مرغی شرعی احکام کی مکلف نہیں ہے' لہٰذا اس کے لیے نجاست گندگی کھانا حرام نہیں ہے۔

4۔ فارمی مرغی کو احتیاط یا تقویٰ کے تحت ترک کرنا "تحريم ما أحل الله" (اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام ٹھہرانا) ہی میں آئے گا۔ ہم یہ بحث کر چکے ہیں کہ وہ جانور جس کا جلالہ ہونا ثابت ہو چکا ہو' اُس کا کھانا مکروہ ہے۔ اگر اس کو کچھ عرصہ قید کر کے اور پاک خوراک استعمال کروانے کے بعد استعمال کیا جائے تو پھر اس کے کھانے میں کراہت بھی باقی نہ رہے گی۔ اس طریقے سے یہ بھی ثابت ہو سکتا ہے کہ وہ جانور پاک خوراک پر زندہ رہ سکتا ہے۔ لیکن عام طور پر چونکہ ہم جلالہ کو براہ راست استعمال کرتے ہیں لہٰذا اس کے کھانے کا حکم مکروہ کا ہو گا بشرطیکہ یہ ثابت ہو جائے کہ فارمی مرغی کی خوراک ایسی نجاست اور گندگی ہے کہ جس کو قرآن وسنت میں نجس کہا گیا ہے۔ لہٰذا اس صورت میں جلالہ سے اجتناب کرنے والا اللہ کے ہاں ثواب کا مستحق ہو گا لیکن اس کو کھانے والا گناہ گار نہیں ہو گا۔

5۔ مرغی کی خوراک درج ذیل اجزاء پر مشتمل ہوتی ہے۔ مکئی' ٹوٹا چاول' سویا بین' بیج کا پاوڈر' سن فلاور بیج کا پاوڈر' سرسوں کے بیج کا پاوڈر' کینوں بیج کا پاوڈر' چاول کا چھلکا' دوائیاں' وٹامنز' پولٹری پروٹین یا بون میل وغیرہ۔ فارمی مرغی کی خوراک میں سب سے زیادہ مکئی استعمال ہوتی ہے۔ ان اجزاء میں ایک چیز قابل اعتراض ہو سکتی ہے وہ پولٹری پروٹین یا بون میل ہے۔ بون میل پر تو حکومت نے پابندی لگا دی ہے لیکن پولٹری پروٹین کی اجازت ہے۔ پولٹری پروٹین دراصل ذبح شدہ مرغیوں کی آنتوں اور پروں وغیرہ پر مشتمل ہوتی ہے۔ بعض پولٹری فارمز نے پولٹری پروٹین دوسرے ممالک سے درآمد کی تاکہ انہیں یہ سستے داموں پڑے تو لوگوں نے یہ اعتراض اٹھایا کہ اس میں سور کے اجزاء بھی شامل ہوتے ہیں' جس پر حکومت نے باہر سے اس کی درآمد پر پابندی لگا دی۔ مرغی کی اس مذکورہ بالا خوراک کو دیکھا جائے تو ہم کسی صورت بھی فارمی مرغی کے بارے میں جلالہ کا حکم نہیں لگا سکتے۔

جلالہ وہ جانور ہوتا ہے جو کہ کثرت سے گندگی یا نجاست کھاتا ہو جبکہ فارمی مرغی کی خوراک طیب اور پاک ہے' لہٰذا یہ جلالہ کے حکم (مکروہ) میں بھی نہیں آتی۔

واللہ اعلم بالصواب

کالم "تفہیم المسائل" میں سوالات بذریعہ ڈاک یا ای میل ایڈریس media@tanzeem.org پر بھیجے جا سکتے ہیں۔

صومالیہ میں شرعی قوانین کے نفاذ کا اعلان

صومالیہ میں اسلامی ملیشیا نے ملک میں شرعی قوانین کا اعلان کیا ہے۔ ملک کے زیادہ تر علاقوں پر کنٹرول حاصل کرنے والی اسلامی ملیشیا کے نئے سپریم لیڈر شیخ حسن ظاہر اویس نے کہا ہے کہ ملک بھر میں اسلامی شریعت نافذ کی جائے گی۔ انہوں نے القاعدہ سے تعلق کے امریکی الزام کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ میں نے آج تک کسی کو قتل کیا نہ نقصان پہنچایا۔ میں دہشت گرد نہیں ہوں' تاہم میں اپنے دین پر مکمل عمل کرتا ہوں۔ میں اسلام سے محبت کرتا ہوں۔ اگر کوئی مجھے اس بنیاد پر دہشت گرد قرار دیتا ہے تو مجھے یہ قبول ہے۔ انہوں نے کہا کہ صومالیہ میں اسلامی قوانین نافذ کیے جائیں گے اور ہر عمل شریعت کے مطابق ہوگا۔

امریکی سینٹ کا ''کارنامہ''

امریکی سینٹ میں یہ تجویز منظور ہوگئی ہے کہ جب تک حماس اسرائیل کو بحیثیت مملکت تسلیم نہیں کرتی' اس کی حکومت کو کسی قسم کی امداد نہیں ملے گی۔ اس قانون کا مقصد حماس کو تنہا کرنا ہے۔ بیچارے فلسطینیوں پر پہلے ہی اسرائیلی اور امریکی حکومتوں نے بے انتہا مظالم توڑ رکھے ہیں' نجانے ان کی حد کہاں جا کر آئے گی؟ حماس کی مالی مشکلات سے قطع نظر یہ تجویز امریکی جمہوریت پسندوں کے منہ پر بدنما داغ اور کلنک کا ٹیکہ ہے جو ایسے جمہوریت کش اقدامات کے باوجود جمہوریت کے راگ الاپتے ہیں۔

گوانتا ناموبے جیل بند کرنے کے لیے عالمی دباؤ

کرۂ ارض کا سب سے بڑا اذیت کدہ ''گوانتا موبے'' بند کرنے کے لیے امریکی صدر جارج ڈبلیو بش پر عالمی دباؤ بڑھتا جا رہا ہے اور ایسا لگتا ہے کہ وہ ذہنی طور پر اسے بند کرنے کے لیے تیار ہوتے جا رہے ہیں۔ نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ میں امریکا کا سب سے بڑا اتحادی برطانیہ بھی گوانتا ناموبے کو بند کرنے کا مطالبہ کر رہا ہے۔ ڈنمارک کے وزیراعظم ریس موسن نے کہا ہے کہ گوانتا ناموبے میں اپنایا جانے والا طریقہ کار بین الاقوامی قوانین سے متصادم ہے اور اس سے دہشت گردی کے خلاف جنگ میں بے حد منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ کیوبا کی سرزمین پر قائم اس امریکی اذیت کدے میں ساڑھے چار سو سے زیادہ لوگ زیرحراست ہیں اور ان میں بیشتر ایسے ہیں جنہیں گزشتہ ساڑھے چار برس سے کوئی الزام عائد کیے بغیر یہاں قید رکھا گیا ہے۔ دہشت گردی کے نام پر پکڑے جانے والے یہ سینکڑوں لوگ انصاف کے منتظر ہیں' لیکن ایسا لگتا ہے کہ انہیں گوانتا موبے کی حدود میں انصاف نہیں مل سکے گا۔

پاکستان میں طالبان کی مشروط جنگ بندی

شمالی وزیرستان میں مقامی طالبان نے چار شرائط کے ساتھ ایک ماہ کی عارضی جنگ بندی کا اعلان کیا ہے۔ اس فیصلے کا اعلان مقامی طالبان کے ترجمان نے کیا۔ ترجمان نے بتایا کہ ان شرائط میں وزیرستان سے فوج کی واپسی' گرفتار قبائل کی رہائی' نئی چیک پوسٹوں کا خاتمہ اور مقامی قبائل کی مراعات اور کاروباری بحالی شامل ہے۔ حکومت نے اس اعلان کا خیر مقدم کیا' لیکن وزیرستان سے فوج واپس بلانے کی شرط مسترد کر دی۔ طالبان کے ترجمان نے واضح کیا کہ لڑائی وہ شوق کی خاطر نہیں' بلکہ مجبوری کی وجہ سے کر رہے تھے۔ ہتھیار اٹھانے کی وجہ انہوں نے حکومت کے ظلم کو قرار دیا ہے۔

اتحادی فوج کی سرگرمیاں

آج کل جنوبی افغانستان میں اتحادی فوج اور افغان فوج نے مل کر طالبان پر دھاوا بول رکھا ہے اور روزانہ بیسیوں طالبان اپنی جانوں سے ہاتھ دھو رہے ہیں۔ 2001ء کے بعد یہ طالبان کے خلاف سب سے بڑا آپریشن ہے۔ ماہرین کے مطابق اس آپریشن کا بڑا مقصد یہ ہے کہ جولائی کے آخر میں نیٹو فوج کی آمد کی راہ ہموار کی جاسکے۔ نیٹو امریکی فوج سے کمان لے گی جو 2001ء سے وہاں موجود ہے۔ طالبان فی الوقت چھاپہ مار کارروائیوں میں مصروف ہیں اور وقتاً فوقتاً افغان حکومت کے وزیروں اور افسروں پر بم حملے کرتے رہتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے غاصب قوتوں کا ناک میں دم کر رکھا ہے۔

عراقی وزیر اعظم کا نیا پلان

عراقی وزیراعظم' نوری المالکی نے ملک میں قومی اتحاد کو جنم دینے کے سلسلے میں 28 نکاتی پلان عراقی پارلیمنٹ کے سامنے پیش کر دیا ہے تاکہ وہ اُسے منظور کر سکے۔ یہ پلان پیش کرنے کا مقصد عراق سے نسلی' گروہی اور لسانی اختلافات دور کرنا ہے' جنہوں نے ملک کو خانہ جنگی کے دہانے تک پہنچا دیا ہے۔ شیعہ اور سنی رہنماؤں نے اس منصوبے کا خیر قدم کیا ہے۔ اس کے تحت ان گوریلوں کو عام معافی دینے کا اعلان کیا گیا ہے جو اتحادی یا عراقی فوج سے لڑ رہے ہیں تاہم ان میں القاعدہ اور صدامی دھڑے کے گوریلے شامل نہیں۔

اس دوران عراق میں تشدد کی لہر جاری ہے جس میں آ کر روزانہ بیسیوں لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اس لہر سے سب سے زیادہ عراقی عوام پریشان ہیں جن کا جینا پہلے ہی مہنگائی نے دوبھر کر رکھا ہے۔

عباس ۔ حانیہ ملاقات

فلسطین اتھارٹی آج کل حماس اور صدر محمود عباس کے مابین اختلافات کی وجہ سے بے چینی کا شکار ہے۔ اوپر سے اسرائیلی مسلسل فلسطینیوں پر حملے کر رہے ہیں۔ محمود عباس اور فلسطینی وزیراعظم اسماعیل حانیہ نے جلد ملاقات کا عندیہ دیا ہے تاکہ اختلافات دور کیے جاسکیں۔ ان کا دور ہونا ریاست فلسطین کے لیے بہت ضروری ہے کیونکہ آپس کی دشمنی سے مخالفین ہی کو فائدہ ہوتا ہے۔ اسرائیلی حکومت یقیناً فلسطین کے اندر سیاسی چپقلش دیکھ کر بہت خوش ہوگی۔

کویت میں پارلیمانی انتخابات

کویت میں پارلیمانی انتخابات 29 جون کو ہوں گے' جس میں پہلی مرتبہ خواتین بھی حصہ لے رہی ہیں۔ اپوزیشن امیدوار انتخابی نظام میں بنیادی اصلاحات اور انتخابی حلقوں کی تعداد پچیس سے کم کر کے پانچ کرنے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

ایران میں ''ہولوکاسٹ'' کانفرنس

ایران نے کہا ہے کہ دوسری جنگ عظیم میں یہودیوں کے فرضی قتل عام ''ہولوکاسٹ'' کے حوالے سے عالمی کانفرنس رواں برس کے آخر میں ہوگی۔ ایرانی وزارت خارجہ کے ترجمان نے کہا کہ دوسری جنگ عظیم میں لاکھوں یہودیوں کی ہلاکت فرضی ہے۔ اس حوالے سے صدر احمدی نژاد کی طرف سے کانفرنس کی تجویز دی گئی تھی۔ تاخیر کی وجہ گرمی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ دنیا بھر سے آنے والے رہنماؤں کو مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

a hard time selling a religious war. They changed titles and gave it the flavor of a "war on terror," a "war for democracy" and now a war on nihilists who want to establish "Caliphate." This is the greatest deception ever and the most effective way to sell the religious war on Islam after generating fear of "Caliphate" at a time when there is no organized efforts on the part of Muslims to establish it. To prevent people from realizing that it is a religious war, the crusaders had to first make a war on their national psyche. Years of Islam-bashing in different names was not good enough to allow them to openly declare a religious war on any Muslim country.

The crusaders in the United States knew that their nation's collective sense of security, confidence, and pride has been built on the foundations of immense military and financial strength. It is a collective version of the John Wayne mentality—"don't mess with us—this is America." From that has come the Americans' collective confidence in America as a nation. The crusaders had to prove to their nation that now that very sense of who they are, and their belief that they have the power to stand alone, were in danger of being devastated. That is what 9/11 achieved and that is what was hammered in with statements like "our way of life is under attack," "they hate our freedoms" and "they hate our way of life."

It is absolutely no coincidence that the targets of those hijacked planes were the very symbols of America's sense of itself and its own security—the Pentagon, symbol of their military might; and the World Trade Centre, the twin pillars of U.S. financial might. This is not primarily an attack on America; it is an attack on America's image of itself. Break the spirit of Americans and their sense of being "American," break America's confidence in itself, put the United States in fear and fundamental insecurity, and you have overcome the most significant opposition to America allowing itself to be absorbed into the crusader's totalitarian designs.

Soon after the staged attacks, the American psyche was bombarded with more and more shocks to its security and sense of self. The mysterious anthrax mails and stories of crop dusters, etc. were no different than the shock to its security and sense of self as with the Oklahoma City bombing and the school shootings in the past. But from then on, everything was increased dramatically.

Of course, the masses are misguided. But so are the apparent leaders of the modern-day crusade: helpless before the forces behind the scene. As already discussed, George W. Bush knew that these devastating disasters were going to happen that day. But he acted like a pawn in a game controlled by far greater powers. Bush, Blair and others are as expendable as anyone once they have served their purpose. Colin Powell, for example told lies through his teeth to the United Nations and now he is out of the loop after performing his task. It would not be surprising if Bush and Blair were sacrificed eventually to advance the "global terrorism" scenario. And, of course, if Bush were to go, the new president would be the most serious crusader, such as Dick Cheney,[598] who might be acting under martial law in the United States. The stakes are going to be very high indeed from this point onwards because more and more Americans are realizing that they have been taken for a ride and that the crusaders' final push to global fascism has begun.

The crusaders claimed that the world will never be the same again.[599] That is true but within every danger there is opportunity. And for those of us, the vast majority, who seek peace not conflict, who desire freedom-for-all, not dictatorship-by-the-few, now have to look ourselves in the mirror and ask what did we do to expose or hold the crusaders accountable for their crimes against humanity in Afghanistan and then Iraq? We need to ask ourselves, "Why did we consider occupation of Afghanistan as legitimate?" The silent academics must also ask themselves the same questions and speak up the truth before it is too late and a greater war engulfs the world.

Note

For references in the above write-up, please refer to the author's latest book: Afghanistan: the Genesis of the Final Crusade.

فلک سیر (ٹورسٹ)
ریزورٹ ساگر ریسٹورنٹ
ملم جبہ' سوات
9,600فٹ بلندی پر واقع وادی سوات کے نہایت دلفریب اور
پرفضا مقام **ملم جبہ** میں قیام وطعام کی بہترین سہولتوں سے آراستہ
جدید تعمیر شدہ شاندار ہوٹل
مینگورہ سے چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر اور سیاحت کارپوریشن پاکستان کی چیئر لفٹ سے چار کلومیٹر پہلے کھلے'
روشن اور ہوادار کمرے' نئے قالین' عمدہ فرنیچر' صاف ستھرے ملحقہ غسل خانے' اچھے انتظامات اور اسلامی ماحول
رب کائنات کی خلاقی و صناعی کے پاکیزہ و دلفریب مظاہر سے
قلب و روح کو شاد کام کرنے کا بہترین موقع
تحریکی بھائیوں کے لئے خصوصی رعایت
فلک سیر کارپوریشن' جی ٹی روڈ' امان کوٹ' مینگورہ سوات
فون دفتر:0946-725056' ہوٹل:0946-835295' فیکس:0946-720031

Vol: 15 Regd. No. LRL -50 No. 23

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid ullah Jan

The Final Crusade

A growing number of American analysts are reaching the conclusion that the mind-numbing 9/11 atrocities were an "inside job." In fact, this "inside job" was the beginning of the final crusade for the mental, emotional, spiritual, and physical imprisonment of humankind. People in the position of authority in the United States, the people who made 9/11 attacks possible, were definitely religiously motivated. Their religious motivation forced them into launching the final crusade with butchering their own people and destroying their own assets. In their view, the end they were looking forward to justified the means they applied to begin the latest crusade. Many people consider oil as a factor for this fanaticism.

However, sane minds do not go fanatic to this extent for securing oil and other resources. More death and destruction will unfold as the so-called "free world" unites to use the threat of "terrorism" to justify a war against a people it chooses to take the rap just for being Muslims. The reason for keeping Muslims away from the Qur'an is that Muslims may not be living by the Qur'an because it has the guidance for establishing a just socio-political and economic order as opposed to prevailing injustice, exploitations and disparity on local and international levels. From the crusaders' perspective, anything that challenges the status quo of the present order, or becomes a hurdle in the way of those who want to establish the Christian version dominion of God, must be eradicated.

The predictability of the crusade against Islam can be seen in the news management that has followed the staged disaster of 9/11. Look at what always happens in such moments of staged chaos, and you will see that the blueprint for coming events is the same in almost every case. Before a staged terrorist attack happens, the fall-guy or "patsy" is already set up to take the blame, thus steering the public mind away from dangerous speculation and onto a pre-ordained target.

In the immediate aftermath of the attacks, the "pin it on Osama" and "dislodge the Taliban" campaign was launched as pre-planned. The Republican, Orrin Hatch, for example, said in the Noon Hour on CNN that he had high-level information from the FBI that Osama was behind the unprecedented attacks. "I do have some information," Hatch said in reference to his FBI briefing. "They've come to the conclusion that this looks like it may be the signature of Osama bin Laden, that he may be the one behind this."

So, the question, "Whose objective is served from these horrific events in America?," can be answered very simply: "Anyone who wanted to invade Afghanistan in the first place."

Not tolerating "Caliphate" is now a good excuse for justifying the existing occupations despite the fact no one among the resistance fighters has claimed to be fighting for establishing Khilafah.

The "free world united with America" rhetoric from Tony Blair and other "world leaders" is a code for the crusaders coming together as a world army and police force to fight a "war against terrorism" on those who raise a voice for Muslims' self-determination and self-rule. Already the NATO (the world army in waiting) has pledged such support. The collective consciousness is being manipulated so comprehensively at this time that most people will support American and NATO terrorist attacks on unsubstantiated targets in the name of fighting terrorism and ending the dream of "Islamic caliphate"—a theme now frequently repeated in the statements of Bush and his cronies. The stunning contradiction in this policy has been totally lost on the popular majority blinded by the blatant and intense mind manipulation after 9/11.

The crusaders, who got away with their lies and deception for invading Afghanistan, were greatly encouraged and they came up with more and more lies to expand their crusade into Iraq—"the heart of the Arab-Muslim world," as Thomas Friedman calls that country.[597] As conflict escalates due to such adventures, the pressure for centralization of military power increases and the willingness to concede that power by the populations of America and its allies gathers strength. The so-called mainstream media reaches the conclusion that it is the United States vs. Jihadists; that it is the free-democratic world against the forces of darkness trying to establish Islamic "Caliphate."

This is what we read in the New York Times and Washington Post on a weekly, if not daily, basis. This consolidates a mindset in the United States and allied countries that they are not at war because of the lies of the administration in Washington and London but, rather, because of the Taliban-like fundamentalists, who want to establish Islamic Shari'ah. People are told that the United States does not allow the "nihilists" to succeed because that will amount to Talibanization of the Muslim world. The nihilists will oppress women and violate human rights. This propaganda is paving the way for creating a world army with the power to attack and take over any Muslim country that fits the crusaders' criteria.

The collective mind of humanity, and particularly that of America, is, understandably, now in a deeply traumatized state. Most of those who have concluded that 9/11 was an inside job find it hard to believe that the Taliban were the target of the staged 9/11 attacks. This is because these well-educated, honest and intelligent people have been subjected to collective trauma-based mind control; and, as any mind-controller or researcher can affirm, a traumatized mind is a suggestion-prone mind. So, in the wake of the trauma comes the programming to manipulate the population to see events in the desired fashion. Belief of Noam Chomsky and other critics on the left in the official story of 9/11 is the most authentic evidence of the success of indoctrination because these are the very people who have been explaining the effects of indoctrination for decades. Today, they are victims of the grand lies.

One of the biggest potential obstacles to realizing the crusaders' dream is the psyche of most American people, who have been raised in the concept of separation of church and state. When faced with the prospect of waging war in the name of God—as Bush says that God told him to invade Iraq—most would be vehemently opposed to it. The mantra of secularism has so deeply infected the national psyche that the religious fanatics like Bush and company and others who present themselves as liberals would have